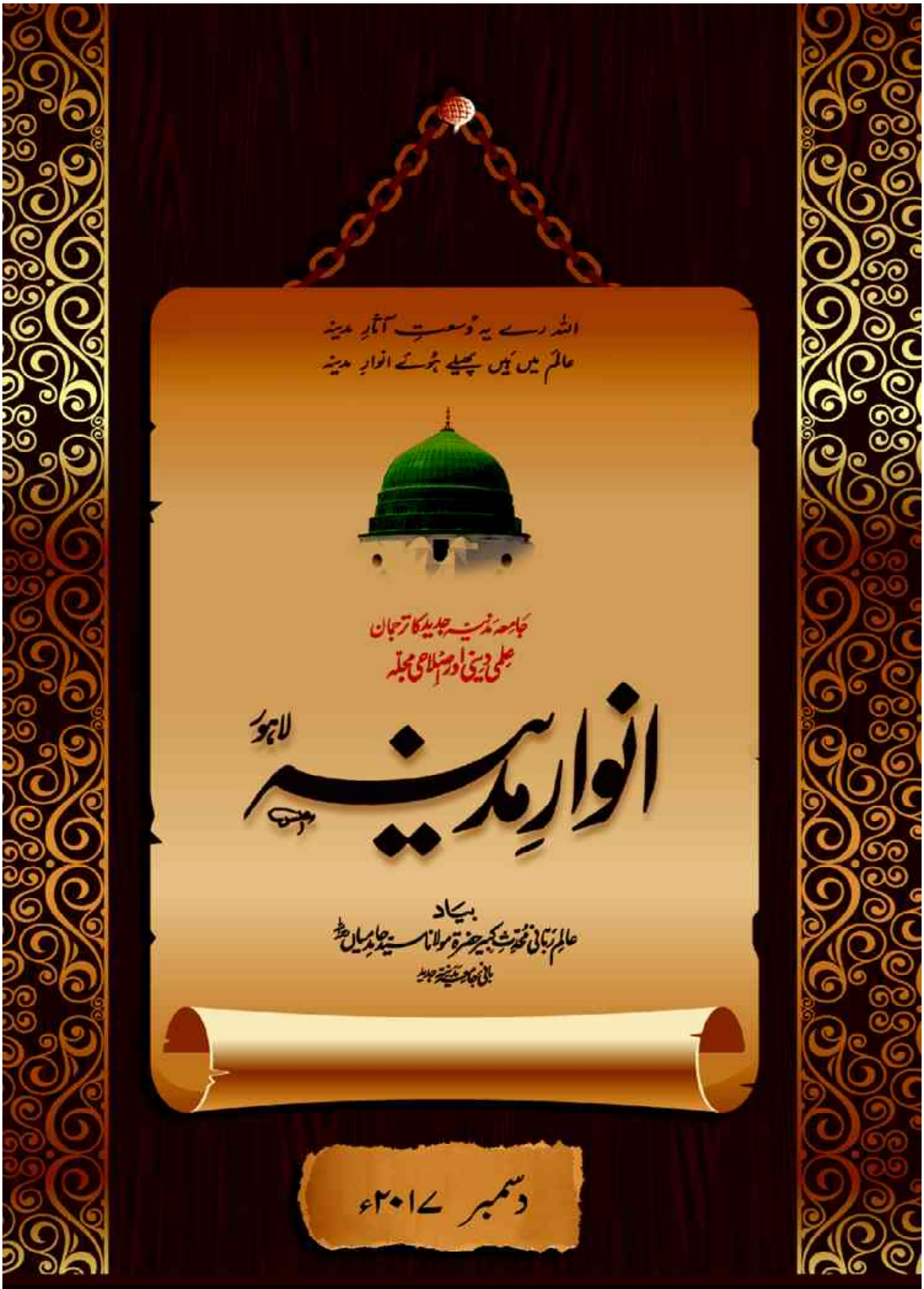
اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید
دسمبر ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ انوارِ مدینہ

جلد : ۲۵	ربیع الاوّل ۱۴۳۹ھ / دسمبر ۲۰۱۷ء	شمارہ : ۱۲

سیّد محمود میاں	**سیّد مسعود میاں**
مُدیر اعلی	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ

0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر : 0333-4249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35399051

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35399052

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۸
صالح جمہوریت اور تعمیر جمہوریت	حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ	۱۱
روح کی غذا	حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی ؒ	۲۱
تبلیغِ دین	حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی ؒ	۳۲
دل کی حفاظت	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۴۶
فضائلِ مسجد	حضرت مولانا صدر الدین صاحب انصاری	۵۲
جب انسان پر علم کا اثر آجاتا ہے تو قارون کے خزانے بھی ہیچ نظر آتے ہیں	مولانا قاضی محمد یعقوب صاحب اعوان کشمیری ؒ	۵۳
مکتبہ جبریل اور اُس کی خدمات کا اجمالی تعارف	مولانا محمد ذیشان اکرم صاحب چشتی	۶۰
اخبار الجامعہ		۶۳
وفیات		۶۴

انتباہ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ کے پرانے فون نمبر تبدیل ہوگئے ہیں

اور نئے نمبر درج ذیل ہیں قارئین کرام نوٹ فرمالیں

+92 - 42 - 35399051

+92 - 42 - 35399052

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

ہر مذہب صحیح ہو یا غلط اپنی ایک شناخت رکھتا ہے یہی ''شناخت'' اُس کی حیات ہوتی ہے شناخت مٹ جائے تو وہ مرجاتا ہے اس شناخت کی عمر درازی اس کو اپنی اصل شکل وصورت کے ساتھ اگلی نسل کو منتقل کرنے سے ہوتی ہے اگلی نسلوں کو منتقل کرنے کے لیے '' کارخانے'' لگائے جاتے ہیں اگر یہ کارخانے ہندو لگائیں تو وہ اس کا نام ''مندر'' رکھتے ہیں، سکھ لگائیں تو وہ اس کا نام ''گردوارہ'' رکھتے ہیں، یہودی اپنے مذہبی کارخانوں کا نام ''کنیسہ'' نصرانی یونانی زبان میں ''کلیسا'' پُرتگالی میں ''گرجا'' انگریزی میں ''چرچ'' [1] رکھتے ہیں، مجوس یعنی آتش پرست اس کا نام ''آتش کدہ'' رکھتے ہیں، محض سازشی فسادی اور منافقانہ یعنی منفی بنیادوں پر قائم قادیانی احمدی مرزائی اور آغا خانی جیسے غیر آسمانی خودساختہ مذاہب کے کارخانوں کو ''ضِرار'' [2] اور ''جماعت خانہ'' کہا جاتا ہے۔

جبکہ اسلام کی اصل شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے اگلی نسلوں کو منتقلی کا عمل جس کارخانہ میں ہوتا ہے اُس کو ''مدرسہ'' کہا جاتا ہے۔

---

[1] CHURCH [2] اس کا مطلب ہے نقصان پہنچانا، مدینہ منورہ میں شریر لوگوں کا عبادت خانہ جس میں عبادت کے نام پر شرارت ہوتی تھی رسول اللہ ﷺ نے اس کو منہدم کرادیا تھا۔

موجودہ زمانہ میں عالمِ کفر اور اُن کی نمک خوار قادیانی، آغا خانی این جی اوز، مدارس کو ختم کرنے پر تلی بیٹھی ہیں، پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا نیز سوشل میڈیا کے ذریعہ عوام الناس کے ذہنوں میں ان کے خلاف بڑے میٹھے اور غیر محسوس انداز میں زہر گھولا جا رہا ہے، مفروضوں پر مشتمل مظلومیت اور بے کسی کی داستانوں کے ذریعہ عوام وخواص کی سوچ کا رُخ مدارس سے ہٹایا جا رہا ہے۔

بطورِ مثال سوشل میڈیا پر چلنے والی ایک تحریر مشاہدہ فرمائیں :

''آٹھ سال کا بچہ مسجد کے ایک طرف کونے میں اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ بیٹھا ہاتھ اُٹھا کر اللہ پاک سے نہ جانے کیا مانگ رہا تھا ؟ کپڑوں میں پیوند لگا تھا مگر نہایت صاف تھے اُس کے ننھے ننھے سے گال آنسوں سے بھیگ چکے تھے بہت سے لوگ اُس کی طرف متوجہ تھے اور وہ بالکل بے خبر اللہ پاک سے باتوں میں لگا ہوا تھا جیسے ہی وہ اُٹھا ایک اجنبی نے بڑھ کر اُس کا ننھا سا ہاتھ پکڑا اور پوچھا اللہ پاک سے کیا مانگ رہے ہو ؟

اُس نے کہا کہ میرے ابو مر گئے ہیں اُن کی لیے جنت، میری امی ہر وقت روتی رہتی ہیں اُن کے لیے صبر، میری بہن ماں سے کپڑے مانگتی ہے اُس کے لیے رقم۔

اجنبی نے سوال کیا : کیا آپ سکول جاتے ہو ؟

بچے نے کہا : ہاں جاتا ہوں۔

اجنبی نے پوچھا : کس کلاس میں پڑھتے ہو ؟

بچے نے کہا : نہیں انکل پڑھنے نہیں جاتا، ماں چنے بنا دیتی ہے وہ سکول کے بچوں کو فروخت کرتا ہوں بہت سارے بچے مجھ سے چنے خریدتے ہیں، ہمارا یہی کام دھندا ہے۔

بچے کا ایک ایک لفظ میری روح میں اُتر رہا تھا۔

تمہارا کوئی رشتہ دار ؟ اجنبی نہ چاہتے ہوئے بھی بچے سے پوچھ بیٹھا۔

امی کہتی ہیں غریب کا کوئی رشتہ دار نہیں ہوتا، امی کبھی جھوٹ نہیں بولتیں لیکن انکل جب ہم کھانا کھا رہے ہوتے ہیں اور میں کہتا ہوں امی آپ بھی کھانا کھا لیں تو وہ کہتی ہیں میں نے کھالیا ہے اُس وقت لگتا ہے وہ جھوٹ بول رہی ہیں۔

بیٹا ! اگر گھر کا خرچ مل جائے تو تم پڑھو گے ؟

بچہ : بالکل نہیں ! کیونکہ تعلیم حاصل کرنے والے غریبوں سے نفرت کرتے ہیں ہمیں کسی پڑھے ہوئے نے کبھی نہیں پوچھا، پاس سے گزر جاتے ہیں۔

اجنبی حیران بھی تھا اور پریشان بھی !

پھر اُس نے کہا کہ ہر روز اسی مسجد میں آتا ہوں کبھی کسی نے نہیں پوچھا، یہاں تمام آنے والے میرے والد کو جانتے تھے مگر ہمیں کوئی نہیں جانتا، بچہ زور زور سے رونے لگا، انکل ! جب باپ مرجاتا ہے تو سب اجنبی بن جاتے ہیں۔

میرے پاس بچے کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا ایسے کتنے معصوم ہوں گے جو حسرتوں سے زخمی ہیں بس ایک کوشش کیجئے اور اپنے اردگرد ایسے ضرورت مند یتیموں اور بے سہارا کو ڈھونڈیئے اور ان کی مدد کیجئے، مدرسوں اور مسجدوں میں سیمنٹ یا اناج کی بوری دینے سے پہلے اپنے آس پاس کسی غریب کو دیکھ لیں شاید اُس کو آٹے کی بوری کی زیادہ ضرورت ہو۔

تصویر یا ویڈیو بھیجنے کی جگہ یہ میسج کم از کم ایک یا دو گروپ میں ضرور شیئر کریں خود میں اور معاشرے میں تبدیلی لانے کی کوشش جاری رکھیں[۱] جزاک اللہ۔"

---

[۱] یہاں تک کہ بے دین لامذہب اور سیکولر معاشرہ تشکیل پا جائے۔ والعیاذ باللہ

یہ مضمون ایک بار پھر پڑھیے اور سوچیے کیا یہ ایک ننھے اور معصوم بچے کی باتیں ہوسکتی ہیں یا کسی ناول نگار کی سحر بیانی ؟ ؟ خاص طور پر خط کشیدہ سطریں دوبارہ ملاحظہ فرمائیں غور کیجئے کیا یہ آٹھ برس کا بچہ وہ بھی بے پڑھا لکھا اپنا مافی الضمیر اس مشکل انداز میں بیان کرسکتا ہے ؟

جبکہ آخری سطروں میں لکھنے والے نے مدرسوں کے خلاف اپنے اندر کا زہر کس غیر محسوس انداز میں اُگل دیا ہے ! ! یہود ونصاری کا میڈیائی جادو کس عیاری سے اپنے قادیانی اور آغا خانی چیلوں کے ذریعہ مسلمانوں کی شناخت کے محافظ دینی مدرسوں کو غیر اہم اور بے فائدہ ادارے قرار دے کر لوگوں کی نظروں سے اوجھل کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ فَاعْتَبِرُوا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ .

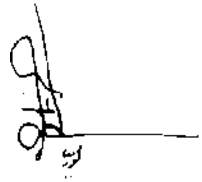

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُ الاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدس رحمہ اللہ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

فقر بھی ، سخاوت بھی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ ! اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے میرے پاس (ایک دفعہ) ایک فرشتہ آیا اُس کی کمر (بھی) ایسی (بڑی نظر آرہی) تھی جیسے کعبہ شریف کے برابر ہو، وہ کہنے لگا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو سلامتی کا پیغام بھیجا ہے اور یہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو ''نبی عبد'' رہو اور اگر چاہو تو ''نبی بادشاہ'' ہو جاؤ، میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے مجھے اشارہ کیا کہ اپنے آپ کو متواضع رکھیں۔ ۱

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے پروردگار نے یہ چیز پیش فرمائی کہ بطحا کا سارا علاقہ آپ کے لیے سونا بنا دُوں، میں نے عرض کیا اے پروردگار ! میں تو وہ زندگی چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور دوسرے دن نہ کھاؤں اور بھوکا رہوں تاکہ بھوک کے وقت تیرے سامنے گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کروں اور جب سیر ہوں تو تیری حمد (تعریف) بیان کروں۔ ۲

---

۱ مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۵۸۳۵ ۲ مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۵۱۹۰

آقائے نامدار ﷺ نے اپنے لیے وہ زندگی پسند فرمائی جو ہر انسان اختیار کر سکتا ہے، فقیر و امیر یکساں طور پر ایسی زندگی کو اپنا سکتے ہیں، اگر کوئی غریب ہے پاس کچھ نہیں خالی پیٹ ہے تو وہ بارگاہِ خداوندی میں گڑگڑائے اُسی سے رزق طلب کرے اُسی کے سامنے اپنی حاجات پیش کرے اُسی پر نظر رکھے غیروں کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرے، ایسا کرنے سے ثواب ملے گا اس لیے کہ یہ سنت ہے اور اگر کوئی مالدار ہے تو کھا کر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے جیسا آقائے دو عالم ﷺ نے بتلایا ہے بلکہ مالدار تو دونوں طرح عمل کر سکتا ہے کیونکہ بھوکا رہنا اور پیٹ بھرنا اُس کے اختیار میں ہے، ایک دن سیر ہو کر کھائے اور شکر کرے دوسرے دن بھوکا رہ کر عاجزی اور اللہ کو یاد کرے۔ اگر نبی اکرم ﷺ وہ طریق اختیار کرتے جو متمول کر سکتے ہیں تو پھر سب کے لیے سنت پر عمل مشکل ہو جاتا مگر آپ نے وہ طریق اختیار کیا جس پر شاہ بھی عمل کر سکتا ہے اور گدا بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کی نظر میں دنیاوی مال واسباب کی کوئی وقعت نہ تھی آپ نے اپنے صحابہ اور پوری اُمت کو دنیا کی محبت سے منع فرمایا ہے۔ آپ کے پاس جو کچھ آتا وہ راہِ خدا میں خرچ فرما دیتے اس طرح عملاً اس کی ترغیب دیتے رہے اپنے پاس جمع نہ رکھتے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ مجھے اتنی بکریاں دے دو کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان آجائیں (ظاہر ہے کہ پہاڑیاں کتنی ہی قریب کیوں نہ ہوں مگر اُن کے درمیان بہت بکریاں آئیں گی) آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اِس کو اتنی بکریاں دے دو، سائل اتنی ہی بکریاں لے گیا اور جا کر اپنی قوم سے کہنے لگا کہ تم سب مسلمان ہو جاؤ (حضرت) محمد (ﷺ) اتنا دیتے ہیں کہ فقر کا اندیشہ تک نہیں ہے [1] یعنی اگر کوئی بادشاہ بھی ہو تو اُس کو بھی یہ خیال ضرور آئے گا کہ میرے خزانوں میں کبھی کمی آجائے گی مگر آپ اتنا دیتے ہیں کہ کمی کا کوئی خدشہ ہی نہیں ہے اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔

آپ نے اپنے محبوب صحابی حضرت بلالؓ سے ارشاد فرمایا بلالؓ ! خرچ کرتے رہو عرش والے سے یہ خیال نہ کرو کہ کمی آجائے گی۔

آپ کی ازواجِ مطہرات کا بھی یہی حال تھا کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ ان کو سال بھر کے خرچ کے لیے عنایت فرماتے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کردیتیں، نہ ملتا تو صبر کرتیں ملتا تو شکر کرتیں۔

آخر دنوں میں آپ کے پاس کافی مال آنے لگا تھا تو آپ نے اعلان فرمادیا کہ جو مقروض مرے اُس کا قرض میں ادا کروں گا مگر ساتھ ہی اپنا یہ حال تھا کہ کئی کئی دن گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔

ایک دن گھر میں کافی گوشت آیا جنابِ رسول اللہ ﷺ کو اِس کا علم تھا، جب گھر میں تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ کچھ بچا ہوا ہے ؟ عرض کیا گیا کہ سب راہِ خدا میں تقسیم کردیا گیا سوائے ایک ذراع (دست بونگ) کے کچھ نہیں بچا۔ آقائے نامدار ﷺ خفا نہیں ہوئے بلکہ ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا جو ہر مسلمان کو سامنے رکھنا چاہیے کہ ''سب بچا ہوا ہے سوائے ایک ذراع کے'' یعنی جو کچھ تم نے راہِ خدا میں دے دیا حقیقتاً وہی بچا ہے وہی ہمیں آخرت میں ملے گا اور جو بچا ہوا نظر آرہا ہے وہ تو اب ہم کھالیں گے اور خرچ ہوجائے گا۔ غور فرمائیں تعلیم و تربیت کا کیا نفیس انداز تھا اور یہ کہ ہر وقت ہر موقع پر آپ تعلیم و تربیت فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اتباعِ سنت اور آپ کی تعلیمات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۶ر فروری ۱۹۶۸ء)

مخیّر حضرات سے اپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۵ قسط : ۳، آخری

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

صالح جمہوریت اور تعمیر جمہوریت

تعلیماتِ قرآنِ پاک کی روشنی میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

موجودہ جمہوریت اور اسلامی جمہوریت میں فرق، معیارِ انتخاب :

صالح جمہوریت کے آداب اور شرائط بیان کر دیے گئے جو اِن آداب و شرائط پر پوری احتیاط سے عمل کرے اُس کو ''متقی'' کہا جاتا ہے، معیارِ انتخاب یہ ہے کہ اُس کو منتخب کیا جائے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ اب یہ کہ طریقۂ انتخاب کیا ہو ؟ یہ انتخاب کرنے والوں کے سپرد ہے قرآنِ حکیم نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ضروری تنبیہ :

آخر میں یہ تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ موجودہ دور میں جس کو جمہوریت کہا جاتا ہے اسلامی تعلیم کو اس پر منطبق کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی تحریف ہے، دورِ حاضر کی جمہوریت اور اسلامی تعلیمات میں بنیادی اختلاف ہے۔ موجودہ جمہوریت کی تحسین اور تعریف یہ ہے کہ ہر ایک بالغ کی آزادانہ

رائے سے اس کی تشکیل ہوتی ہے اور اسی بنیاد پر اس کا دستور مرتب ہوتا ہے اور یہی روح اس کے ہر ایک قانون میں کارفرما ہوتی ہے۔

بس ایسے ملک میں جہاں مختلف فرقے اور مختلف مذہبوں کو ماننے والے آباد ہوں لازمی ہوگا کہ حکومت کا کوئی مذہب نہ ہو یعنی حکومت ''لا دینی'' [1] ہو اور اگر ایک ہی مذہب کے ماننے والے ہوں تب بھی دورِ حاضر کی جمہوریت میں دستورِ اساسی جمہور کا وضع کردہ اور منظور کردہ ہوگا۔

وضع دستور اور قانون سازی :

ہمارے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں جب ہمیں باور کرایا جاتا ہے کہ ہم پر وہی قانون نافذ ہوگا جس کو ہم وضع کریں گے اور یہ کہ ہمارا حاکم کوئی نہ ہوگا ہم اپنے حاکم خود ہوں گے اور کارپردازانِ حکومت جن کو حاکم اور افسر کہا جاتا ہے وہ ہمارے سامنے جوابدہ ہوں گے لیکن اگر واقعات کی عینک لگا کر ان دعووں پر نظر ڈالی جائے تو ہمارا مشاہدہ شہادت دے گا کہ اِن سے زیادہ کھوکھلا بے مغز اور بے حقیقت دعویدار دنیا میں شاید کوئی اور نہ ہو۔

بھارت کا دستورِ اساسی بلاشبہ ایک جمہوری دستور ہے اور بظاہر یہ دعوی بھی صحیح ہے کہ جمہوریت نواز دنیا کا سب سے بہتر دستور ہے، لیکن کیا اس کو جمہور نے وضع کیا ؟ کیا جمہور کے نمائندوں نے وضع کیا ؟ دعوے کی حد تک سب کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے مصنف ڈاکٹر امبید کر اور ان کے دو تین مشیر ہیں، بے شک دستور ساز اسمبلی (کانسٹی ٹیوشن اسمبلی میں) اس کی ایک ایک دفعہ پڑھی گئی اور منظور کی گئی مگر کیا اسمبلی کے ہر رکن میں وہی قابلیت تھی کیا اس نے دفعہ کی ترتیب و تصنیف میں وہی دلچسپی لی اُتنا ہی غور کیا جتنا ڈاکٹر امبید کر اور ان کے ایک دو مشیروں نے کیا تھا اگر ایسا ہوتا تو دستور کی ترتیب و تصنیف کے لیے ایک شخص کو یا چند افراد کو منتخب نہ کیا جاتا، پھر انتخاب کے معنی یہ ہیں جملہ ارکان نے اعتماد کر لیا اور وہ مطمئن ہو گئے کہ جو کچھ یہ منتخب فرد یا افراد مرتب کریں گے وہ صحیح ہوگا صرف جزوی ترمیمات کی ضرورت ہوگی۔ مختصر یہ کہ ہمارا دعوی خواہ کچھ ہو مگر واقعہ یہ ہے کہ

---

[1] سیکولر

جس دستور کو ہم جمہوری سمجھتے ہیں اس کو جمہور نے وضع کر کے افراد پر نافذ نہیں کیا بلکہ چند افراد نے وضع کر کے جمہور پر نافذ کیا ہے اور جمہور نے اپنے غور و فکر، تحقیق و تنقید، بحث و تفتیش اور فیصلہ کی باگ دوڑ ان چند افراد یا فرد کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

اسلام اس فریب نظر اور اس طلسم کو برداشت نہیں کرتا، اسلام کہتا ہے کہ فیصلہ کی باگ دوڑ اگر کسی کو دینی ہے اور اپنے قانون کا کسی کو خالق بنانا ہے تو اُس کو بناؤ جو فی الحقیقت خالق ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، کالے اور گورے، اولیٰ اور اعلیٰ ہر ایک کو پیدا کیا جس نے مختلف رنگ و نسل اور مختلف الخیال انسانوں کو پیدا کیا ان کے مختلف دل بنائے، ان میں جذبات پیدا کیے اُن کے رجحانات اور جذبات میں اختلاف پیدا کیا کہ

گلہائے رنگ برنگ سے ہے رونقِ چمن

بلاشبہ وہی ہے جذبات کو جاننے والا ضرورتوں کو پہچاننے والا اور ان کو صحیح معیار پر پرکھنے والا پس دستورِ اساسی بنانا اسی کا کام ہے، اسلام جس جمہور کی تعلیم دیتا ہے اس کا دستورِ اساسی مرتب کرنے کے لیے عوام کو زحمت نہیں دیتا، نہ ماہرین قانون کو اس آزمائش میں ڈالتا ہے کہ وہ بنیادی دستور اور کانسٹی ٹیوشن وضع کریں۔

مساوات اور اخوتِ انسانی اگر اس کو برداشت نہیں کر سکتی کہ ایک انسان حاکم اور دوسرا محکوم ہو، ایک کے سر پر تاج اقتدار اور دوسرا اُس کے قدموں میں پامال ہو تو وہ اس ناہمواری کو بھی جائز نہیں قرار دے سکتی کہ ایک واضع قانون ہوا اور دوسرا رَہینِ قانون اور اس کی بندش میں جکڑا ہوا ہو۔ تقاضا مساوات یہ ہے کہ یہ حق صرف اُس کو ہو جس نے پوری نوعِ انسان کو ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور گوت برادری اور قبیلے صرف اس لیے بتائے کہ پہچاننے میں دشواری نہ ہو۔

ترقی پذیر دنیا کے حالات اور تقاضے یقیناً مختلف ہوں گے ان تغیرات اور تبدیلیوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اس بنا پر اس مکمل دستور اساسی سے اخذ واستنباط کا حق دیا جاتا ہے مگر اس حق کے حقدار صرف وہی ہو سکتے ہیں جو دستور اساسی کے ماہر اور اس کی بنیادی دفعات کے منشاء کو سمجھنے والے

اور اس کے اشاروں کو پہچاننے والے ہوں، عوام کی اکثریت کو یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا۔

او خود گم ست کرا رہبری کند[۱]

شہنشاہیت اور جمہوریت :

ملوکیت، شہنشاہیت، شخصی حکومت اور نادر شاہی نفرت انگیز عنوانات ہیں کیونکہ ان کی حقیقت یہ ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ ایک فرد ''شاہ'' (بہت سے بہت ''شاہ اور اس کے خصوصی مشیروں'') کی مملوکہ باندی اور ان کی من مانی کارروائیوں کے لیے کھلونا بن جاتا ہے اس لیے ہم جمہوریت کو پسند کرتے ہیں کہ اس میں اقتدارِ اعلیٰ جمہور کا حق ہوتا ہے۔ لیکن ہم اس جادو کے کنویں میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو اس کی گہرائی میں بھی شخصی حکومت اور ملوکیت کے سونت[۲] اُبلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تماشا :

آفتاب عالم تاب کی روشنی میں یہ تماشا ہمارے سامنے ہوتا رہتا ہے کہ جمہور نے بلا واسطہ یا بالواسطہ نمائندے منتخب کر دیے ان نمائندوں نے اپنی اکثریت سے یا اس پارٹی نے جس کے ٹکٹ پر نمائندوں کی اکثریت منتخب ہوتی ہے اس نے ایک لیڈر منتخب کیا جس کو ''وزیر اعظم'' کا لقب دیا جاتا ہے وزیر اعظم نے اپنے خاص مشیر (جو اس کے اشاروں پر چل سکیں) منتخب کر لیے۔ اب قانون کی پوری طاقت وزیر اعظم کے قبضہ میں ہے، احتیاط برتی جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وزیر اعظم اور اس کے مشیرانِ خصوصی کا بینہ (کیبنٹ) کے قبضہ میں ہے اور اقتدارِ اعلیٰ ان کی من مانی کارروائیوں کا کھلونا ہے ان کو اگر خوف ہے تو صرف اپنی پارٹی کا جس کے سامنے وہ قانونی طور پر جواب دہ ہیں۔

مگر یہ خود ساختہ قانون کیا ہے ؟

ایک موم کی ٹکیہ ہے اور وزیر اعظم اور اس کے قانون داں مشیروں کی قابلیت کا کمال یہ ہے کہ وہ اس موم کی ٹکیہ کو اپنی پسند کے ڈھانچے میں ڈھالتے رہیں اور اپنی من مانی کے لیے جواز پیدا کرتے رہیں

---

[۱] وہ خود بھولا ہوا ہے کس کو راہ دکھلائے گا۔ [۲] [۱] ویرانے

ان کو اگر من مانی سے روک سکتا ہے تو صرف خوفِ خدا مگر جمہوریت کے لیے جب لا دینی (سیکولر) ہونا ضروری ہے تو وہاں خوفِ خدا تو کیا خدا کا تصور بھی دور از کار اور خارج از بحث ہے مکمل جمہور یہ وہ ہے جو تصورِ خدا سے آزاد ہو۔

اب اس ضرب و تقسیم کا حاصل یہ ہے کہ صنم خانہ سیاست میں جمہوریت کے پس پردہ وہی صنم جلوہ آرا ہے جو تختِ شاہی پر رونق افروز تھا۔ اسلام اس موقع پر خوفِ خدا کو بنیادی شرط قرار دیتا ہے اور اسی کو ''مستحقِ قیادت'' قرار دیتا ہے جس میں ''تقوی'' زیادہ ہو۔

فریبِ نظر :

جمہوریت نواز دنیا میں مساوات اور آزادیٔ رائے کے ڈھول بہت پیٹے جاتے ہیں مگر اس کی آخری حد پولنگ اسٹیشن ہے جہاں ہر شخص اپنا ووٹ جس کو چاہے دے سکتا ہے اس کے بعد اکثریت صاحبِ اقتدار ہے، اقلیت محکوم اور مرعوب اور ووٹ دینے والے پیچاں و غلطان، حیران و پریشان۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر بالغ کو حقِ رائے دہندگی ایک افسون اور ایک طلسم ہے مساوات نہیں ہے۔

مساوات یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اعلان فرمارہے ہیں کہ :

''میں یقیناً محمد کی بیٹی فاطمہؓ کے بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں گا اگر وہ چوری کرے۔''

عمر فاروقؓ کا لڑکا نشہ آور چیز استعمال کر لیتا ہے تو دروں سے اس کی کمر چھلنی کر دی جاتی ہے [1]

نیشنلزم اور قوم پرستی :

قرآنِ حکیم اس موقع پر ''نیشنلزم'' اور ''قوم پرستی'' کو بھی ظلم قرار دیتا ہے اس کی ہدایت ہے :

> ''ہرگز ہرگز ایسا نہ ہو کہ کسی قوم سے جو بغض تمہارے اندر ہے (یا قومی عصبیت وحمیت) تمہیں کسی بے انصافی پر آمادہ کر دے، ہر حال میں اور ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو، یہی تقوی سے لگتی ہوئی بات ہے۔'' [2]

---

[1] یہاں تک کہ ایک روایت یہ ہے کہ وہ اِس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔ [2] سورۂ مائدہ آیت : ۸

وہ غیر مسلم ظالموں اور غاصبوں کے حق میں بھی کسی قسم کی زیادتی کو جائز نہیں قرار دیتا اُس کا اعلان ہے :

"اگر ایک قوم نے تمہارا حق نہیں دیا انتہا یہ کہ تمہیں خانہ کعبہ اور مسجدِ حرام کی زیارت سے بھی روک دیا تب بھی تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم زیادتی کرو اور انصاف کی حدود کو پسِ پشت ڈال دو۔" ۱

یہ عدل و انصاف اسی وقت نافذ اور جاری ہو سکتا ہے اور یہ مساوات اور اخوت اسی صورت میں بروئے کار آسکتی ہے اور جمہوریت اُسی وقت گلدستہ راحت اور گلشن واطمینان بن سکتی ہے جب اُس کے قائد کے دل میں خدا کا خوف ہو اور وہ اس خوف وخشیت میں سب سے بڑھا ہوا ہو، وہ یقین رکھتا ہو کہ اُس کو ایک روز احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

قرآنِ حکیم نے تشکیل جمہوریہ اور طریقہ انتخاب کی طرف قطعاً توجہ نہیں فرمائی کیونکہ یہ منزل نہیں ہے منزل تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے جس کا راہرو کبھی گم بھی ہو جاتا ہے، منزل ہے عدل و انصاف اور اس منزل کی بنیاد ہے، مساوات واخوت اور اس کا آب و گل ۲ ہے تقوی، تقوی نہ ہو تو یہ عمارت ریت کا تودہ ہے اور مساوات واخوت نہ ہو تو عدل و انصاف کا تصور نقش برآب اور پادر ہوا ہے۔

قرآنِ حکیم نے اس منزل کی بنیاد کو اُبھارا کہ نوعِ انسان کو ایک مرد اور عورت کی اولاد قرار دیا اور اس کے آب وگل کی نشاندہی کر دی کہ معیارِ انتخاب تقوی ہونا چاہیے باقی خلا کو پُر کرنے کے لیے ان اخلاق اور اوصاف کی ضرورت ہے جو پہلے صفحات میں بیان کیے گئے، آپ اگر قصرِ جمہوریت کو آباد اور بارونق دیکھنا چاہتے ہیں تو جمہور کو ان اخلاق واوصاف سے آراستہ کیجئے۔ اگر جمہور میں یہ اخلاق اور اوصاف نہیں ہیں تو جمہوریت کی دیواریں خواہ کتنی اُونچی ہوں جمہوریت کا قلعہ قصرِ راحت نہیں ہوگا بلکہ ایک سنٹرل جیل ہوگا جس میں ایسی مخلوق بند ہو جس کے لیے موزوں لفظ "شترِ بے مہار" ۳ ہو سکتا ہے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِیْ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ.

---

۱ سورۂ مائدہ آیت ۲۱ ۲ گارا ۳ بے لگام اُونٹ

اسلامی جمہوریت اور امنِ عالم :

جمہوریت کی تربیت اگر ان اصول پر ہو جو قرآنِ حکیم سے اخذ کر کے اس کتابچہ کے صفحات میں پیش کیے گئے ہیں تو وہ صرف اپنے حدودِ مملکت ہی میں راحت واطمینان خوش حالی اور انسانی شرافت کا گلشنِ سدا بہار نہیں ہوگی بلکہ وہ پورے عالم کے لیے امن وآشتی کی ضمانت ہو سکتی ہے۔

قرآنِ حکیم نے کسی مستقل عنوان کے تحت امن عالم کا فارمولا پیش نہیں کیا البتہ اُس نے ایسے اصولوں کی تلقین کی ہے جو امن عالم کا بہترین فارمولا ہیں ان سے بہتر امن عالم کا کوئی فارمولا نہیں ہوسکتا۔ آئندہ صفحات میں یہ اصول ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ خود کیجئے۔

بنیادی نظریہ ...... مقدس فارمولا :

انسانیت واجب الاحترام حقیقت ہے، یہ رنگ ونسل سے بہت بلند ہے، جغرافیائی حد بندیوں سے آزاد ہے، جہاں بھی ہے واجب الاحترام ہے کیونکہ یہ خلافتِ الٰہیہ ہے، یہ رب العالمین کا پرتو ہے اس کو ''احسنِ تقویم'' [1] عطا ہوا ہے لہٰذا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ انسانیت کے فطری تقاضوں کو پورا کرو یعنی

(۱) فاطر ہستی [2] اور خالق کائنات کی عظمت کے سامنے گردن جھکاؤ وہ رب العالمین ہے، ارحم الراحمین، مالک الملک ہے، احکم الحاکمین ہے۔

(۲) انسانیت کے سچے اور پاکباز خادموں کا احترام کرو، خواہ وہ کسی قوم کسی اُمت کسی جماعت یا کسی ملک میں گزرے ہوں۔

اگر عام شہرت یا تاریخی روایت کسی شخصیت کے متعلق اخلاق وکردار کا اُونچا معیار پیش نہیں کرتی لیکن ہزاروں لاکھوں انسان اس کا احترام کرتے ہیں تو تم شہرت وروایت کے مقابلہ میں ان احترام کرنے والوں کے جذبات کا احترام کرو اور کم از کم ایسی کوئی بات نہ کہو جس سے احترام کرنے والوں کے جذبات مجروح ہوں کیونکہ جس شرافت کا نام اسلام ہے اس کا تقاضا یہی ہے۔

---

[1] ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾(سُورۃ التین : ۴) [2] ہستی کی طرف لانے والا

(۳) تمام انسان بھائی بھائی ہیں کیونکہ وہ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں خواہ اُن کا کوئی رنگ ہو اُن کی بولی خواہ کچھ ہو اور خواہ وہ کسی بھی ملک میں رہتے ہوں وہ سب انسانیت میں مشترک ہیں لہٰذا اخوت اور مساوات کے مستحق ہیں اُن میں اگر کوئی امتیاز ہوسکتا ہے تو نسل رنگ یا ملک اور قوم کی بنا پر نہیں بلکہ اخلاق، کردار، افادیت اور خدمتِ خلق، خدا پرستی اور خوفِ خدا کی بنا پر، پس سب سے زیادہ مستحق تعظیم وہ ہوگا جو خدا پرستی اور اعلیٰ کردار میں سب سے اعلیٰ ہو۔

(۴) نسلی امتیاز، قبائلی اُونچ نیچ شیطنت ہے اس کو ختم کردو، شیطان اس غرور کے باعث مردود و ملعون ہوا کہ اُس نے اپنی فطرت کو فطرت انسان سے بلند و بالا سمجھا۔ انسان اس غرور میں مبتلا ہو کر انسانیت کی وسیع چادر کو پارہ پارہ کر ڈالتا ہے لہٰذا یہ غرور ختم کرو۔

(۵) وہ سرمایہ داری جو انسانی صورت کو تجوریوں کا اژدھا بنادے ''قارونیت'' ہے اس کو ختم کردو کیونکہ یہ انسانیت کو پامال کرتی ہے کمزوروں کی کمزوری سے فائدہ اُٹھاتی ہے اور اپنے نفع کی خاطر دوسروں کا خون چوستی ہے۔

(۶) ملوکیت کا دوسرا نام ''فرعونیت'' ہے، فرعونیت نہ کسی انسان کی برداشت ہوسکتی ہے نہ کسی خاندان اور طبقہ کی اور نہ کسی قوم کی لہٰذا خاندانی سامراج کی طرح قومی سامراج یعنی نوآبادیاتی نظام یا کسی شخص یا طبقہ کی فسطائیت بھی انسانیت کے لیے لعنت ہے اس کو ختم کرو۔

(۷) شہنشاہیت کی طرح شاہانہ طرزِ زندگی بھی ختم کرو، سونے چاندی کے برتن، ریشمی اور زربفت[۱] لباس پوشاک جو شاہانہ زندگی کے لوازمات ہیں اور ایسا اعلیٰ اور پُر تکلف طرزِ زندگی جو انسانی دماغوں میں رشوت ستانی، خیانت اور غبن وغیرہ کا بحران پیدا کردے ان سب کو حرام قرار دو اور پورے ملک کی اقتصادیات کا صحیح جائزہ لے کر مساویانہ طرزِ زندگی اختیار کرو تاکہ انسانیت کی ظاہری سطح بھی نشیب و فراز سے محفوظ رہے اور اخوت و مساوات کے لفظی دعوے عملی جامہ پہن سکیں۔

---

[۱] کمخواب، ایک کپڑا جو سونے اور ریشم کے تاروں سے بُنتے ہیں۔

(۸) عیش و عشرت، شراب و کباب، رقص و سرود جو دامنِ انسانیت پر ناپاک دھبے ہیں جن سے جامۂ انسانیت تار تار ہوتا ہے اور جن سے اقتصادی مساوات کو تباہ کرنے والے رجحانات جنم لیتے ہیں ان سب کو ختم کرو۔

(۹) جوا، سٹہ، سود اور ایسے تمام حرفے جو سرمایہ داری کا رجحان پیدا کریں اور انسانی مساوات کو درہم برہم کردیں یک قلم بند کردو۔

(۱۰) نظامِ حکومت ضرور قائم کرو مگر نصب العین اور دستورِ اساسی کے بنیادی مقاصد یہ ہوں :

(الف) تربیت نہ صرف جسمانی اور مادی بلکہ ایسی تربیت کہ آزادیٔ رائے اور آزادیٔ ضمیر کے ساتھ اخلاقی و رُوحانی تربیت پر بھی مشتمل ہو۔

(ب) رحم : ایسا رحم جس کا دامن خدا کی تمام مخلوق کے لیے وسیع ہو۔

(ج) عدل : یعنی ایسا انصاف جو اپنے پرائے دوست اور دشمن سب کے لیے یکساں ہو تاکہ خلیفۃ اللہ یعنی انسان کے ذریعہ رب العالمین، ارحم الراحمین، مالک یوم الدین کی صفاتِ تربیت (رحمت اور عدل) کا ظہور ہو سکے۔

(۱۱) آزادیٔ ضمیر : آزادیٔ رائے بنیادی حق ہے، کسی قوم فرد یا کسی خاندان کا ایسا اقتدار جو دوسروں کی آزادیٔ رائے سلب کرلے فتنہ ہے فساد فی الارض ہے اس فتنہ کو ختم کرنے کے لیے جنگ کرو اور فساد فی الارض کے بجائے اللہ کے ملک میں اصلاح پیدا کرو۔

خصوصیاتِ مسلم :

مسلمان کو ایک امتیاز حاصل ہوگا، بشرطیکہ

(الف) وہ مذکورہ بالا اصول کا علم بردار ہو کر ان کو برائے کار لانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگادے۔

(ب) وہ اپنے کردار میں سراسر رحم اور عدل و انصاف ہو اور اس رحمتِ عامہ کا مظہر اور ان

اعلیٰ اخلاق کا پیکر ہو جن کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنا کر مبعوث کیا گیا تھا اور جن کو زندہ رکھنے کے لیے '' اَلذِّکْر '' [1] یعنی قرآن حکیم اور خداوندی دستورِ اساسی کو رہتی دنیا تک محفوظ کردیا گیا ہے

(ج) وہ سب سے زیادہ اپنے خالق اور اپنے پروردگار سے محبت کرتا ہو، خالق کی فرمانبرداری اور رضا جوئی کے لیے اس کی ہر چیز حتی کہ اُس کی جان بھی قربان ہو اُس کا قول و فعل ہر موقع پر حق و صداقت کی شہادت بلند کرتا ہو اور اُس کا ہر ایک کردار اس بات کی دلیل ہو کہ وہ اس جماعت کا فرد ہے جو افضل ترین جماعت (اور اُمتِ وسط) ہے کیونکہ اس کی جماعتی زندگی بھی دنیا کے لیے نمونہ ہے اور انفرادی زندگی بھی سبق آموز مثال ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْ

نیاز مند محتاج دعا

محمد میاں عفی عنہ

۱۴ جمادی الاوّل ۱۳۸۸ھ/ ۹ اگست ۱۹۶۸ء

۞ ۞ ۞

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

---

[1] ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (سُورۃ الحجر : ۹)

﴿ سلسلہ تقاریر نمبر ۱۰ ﴾

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّدحسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے حضرتؒ کے متوسلین و خدام سے اِلتماس ہے کہ اگراُن کے پاس حضرتؒ کی تقاریر ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔ (اِدارہ)

رُوح کی غذا

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّدحسین احمد صاحب مدنیؒ ﴾

مادّہ پرستی :

روح کے سوال پر جو آندھی پہلے چلی تھی وہ آج بھی چل رہی ہے مادّہ پرستی جس کو کہتے ہیں وہ یہی بدن کی پرستش ہے، بدن کی پرستش کے لیے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں، تعلیم بھی بدن کی پرستش کے لیے ہوتی ہے، زراعت بھی بدن کی پرستش کے لیے ہوتی ہے، ڈاکٹری بھی اسی کے لیے ہوتی ہے، انجینئری بھی بدن کی پرورش اور آسائش کے لیے ہوتی ہے غرض کوششوں کی آندھی ہے جو چل نکلی ہے تھمنے کا نام نہیں لیتی، یہ سب چیزیں اور ساری کوششیں بدن کی خدمت کے لیے ہوتی ہیں یہی مادّہ پرستی ہے مادّہ پرستی میں مبتلا ہوکر انسان روح کی طرف سے پورے طور پر غافل ہوگیا ہے۔

انسان کی بیوقوفی :

روح جسم کی حقیقت ہے مگر انسان روح کے لیے کچھ نہیں کرتا یہ بڑی بیوقوفی کی بات ہے کہ انسان عقل مند ہونے کا دعوی تو کرتا ہے مگر کام بے عقلی کا کرتا ہے جو بیکار چیز کی خدمت میں لگا ہوا ہے، انسان کی عقل تو دیکھو کہ بدن میں درد ہے تو علاج کے لیے لباس کی طرف متوجہ ہوگیا، اگر بدن میں درد ہے تو کیا یہ عقلمندی ہے کہ اِس درد کو دُور کرنے کے لیے لباس کی خدمت کرے ؟ اگر بدن زخمی ہے

اس میں بیماری ہے تو کیا بدن کے اُوپر کے کپڑوں کی خدمت کرنے سے فائدہ پہنچے گا ؟ کیا نئے نئے کپڑے پہنا کر بدن کی بیماری دُور کی جا سکتی ہے ؟ کیا نئی نئی پوشاکوں سے بدن کو زینت بخش کر اس کے زخموں کا علاج کیا جا سکتا ہے ؟ بدن کے اندر تکالیف ہوں، بیماریاں ہوں بدن میں درد ہو، وہ لاغر ہو گیا ہو، وہ کمزور و ناتواں ہو گیا ہو تو کیا بدن کے اُوپر نئے نئے کپڑوں اور نئی نئی پوشاکوں کے ڈال دینے یا اسے بدن پر پہنا دینے سے وہ تکلیفیں وہ بیماریاں وہ درد اور اُس کی لاغری و ناتوانی دُور ہو سکتی ہے ؟

میرے بھائیو ! سوچو اور خوب غور کرو کہ کیا ہم ایسا نہیں کر رہے ہیں ؟ اور کیا ایسی صورت میں ہمارا یہ کام دانائی کا ہے ؟ بدن کا درد دُور کرنے کے لیے بدن کا علاج کرنا چاہیے اس کے اندر بیماری ہے تو اس بیماری اور تکلیف کو دُور کرنے کے لیے علاج کرنا چاہیے، جس طرح بدن تکالیف اور بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح روح کی بھی تکالیف اور بیماریاں ہیں، ہر زمانہ میں روح کی خبر گیری کرنا سکھانے کے لیے پیغمبروں نے بہت کوششیں کیں روح کی خبر گیری کرنے کو اُنہوں از حد ضروری سمجھا، آج بھی بیوقوفی کا چاروں طرف دور دورہ ہے مادّیت کا زور ہے جس میں سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں کیونکہ انسان اس بیوقوفی میں مبتلا ہے کہ زندگی اس دنیا ہی کی ہے اور اس کے بعد کچھ نہیں اس بیوقوفی کی وجہ سے انسان دنیا میں غرق ہو گیا ہے حالانکہ دنیا کی زندگی بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔

دنیاوی زندگی کی مثال :

آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں مجھ کو دنیا سے کیا کام، میرا تو دنیا میں ایسا معاملہ ہے کہ ایک سوار ہے جو چلا جا رہا ہے۔ دنیا کی زندگی کی بس اتنی حقیقت ہے کہ ایک سوار ایک مقام سے نکلا ہے اُس کا مقصد دوسرے مقام پر پہنچنا ہے وہی اس کی منزل ہے، اگر وہ سوار یا مسافر دوسرے مقام تک جانے والے راستہ ہی کو منزل سمجھ لے اور اسی کو مقصد قرار دے لے تو یہ اُس کی نادانی ہے، یہی حال اُن انسانوں کا ہے جو دنیا ہی کو منزل سمجھ بیٹھے ہیں اسی لیے آقائے نامدار ﷺ نے دنیا میں استغراق

منع فرمایا ہے۔ دنیا سے وہ راستہ گزرتا ضرور ہے جو منزل تک چلا گیا ہے مگر ٹھہرنا تو صرف منزل پر ہوتا ہے اس منزل میں ٹھہرنے کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہے اُس کی طرف آقائے نامدار ﷺ نے توجہ مبذول فرمائی ہے۔

آقائے نامدار ﷺ کی نو بیویاں تھیں ان میں سے ہر ایک کے لیے جو مکان بنایا وہ کچی اینٹوں کا تھا، حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے حجروں میں جایا کرتا تھا تو میرا سر حجروں کی چھتوں سے لگ جایا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے ان مکانوں کی دیواریں کچی انیٹوں کی کس لیے تعمیر فرمائیں ؟ کیا آپ چاہتے تو پختہ مکانات تعمیر نہیں کروا سکتے تھے آپ کے پاس ہزاروں نہیں لاکھوں دینار آتے تھے آپ نے اُن میں سے نہ اپنے لیے نہ ازواجِ مطہراتؓ کے لیے نہ ہی اپنی اولاد کے لیے نہ حسنینؓ کے لیے نہ اپنی بیٹی کے لیے، کسی کے لیے کچھ نہیں لیا، حضور ﷺ نے دنیا کے آرام کو بیکار سمجھا اسی لیے آپ نے بلند اور پختہ وسیع اور کشادہ مکانات تعمیر نہیں فرمائے۔

حضور ﷺ کے مکانات کو عبدالملک بن مروان نے اپنی نظامت کے دنوں میں توڑ وا کر مسجد میں شامل کر دیا اُسی زمانہ میں اُس وقت کے اکابرین نے کہا تھا کاش ان حجروں کو نہ توڑتا تا کہ دیکھنے والے دیکھتے کہ حضور ﷺ نے کیسی زندگی گزاری اور آپ کے مکانات کیسے تھے۔

آقائے نامدار ﷺ کو دولت کی کمی نہیں تھی اللہ نے اپنے رسول سے پوچھا آپ چاہیں تو پہاڑ سونے کے کر دیں، حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ! اگر آپ فرمائیں تو رب العالمین آپ کو بادشاہ بنا دے گا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت دی گئی تھی ہمارے آقا ﷺ نے نہ پہاڑ سونے کے مانگے نہ سنگریزوں کو سونا بنا دینے کی خواہش ظاہر کی اور نہ بادشاہت مانگی، اس بادشاہت، سونے کے انبوہ اور دولت کے عوض آپ نے اللہ سے کیا مانگا التجا کی تو یہ ''اے اللہ ! مجھے مسکین رکھ، میری اولاد کو مسکینی دے اور آخرت میں بھی مجھے مسکینوں میں اُٹھا'' ہمارے آقا ﷺ نے سیم وزر[1] بالکل نہیں مانگا کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ دنیا فانی ہے اس بدن کی

[1] چاندی سونا

خدمت میں لگ جانا عبث ہے آخرت کے لیے تیاری ضروری ہے اور روح کے لیے سامان فراہم کرنا ہے اسی لیے آپ نے سونا چاندی کی طلب نہ کی اور اسے اپنے آپ سے دُور رکھا، آپ کی بیٹی فاطمہؓ نے اپنے بچوں یعنی حسنینؓ کو ایک دن چاندی کے کڑے پہنچا دیے دونوں نواسے نانا ﷺ کے پاس آئے آقائے نامدار ﷺ نے دیکھا تو انہیں لوٹا دیا تھا۔ حضرت امام حسنؓ ماں کے پاس آکر رونے لگے حضور ﷺ نے اپنے نواسوں کو کیوں لوٹا دیا تھا ؟ صرف اس لیے کہ چاندی کے کڑے انہیں پہنا دیے گئے تھے، جب چاندی کے کڑے نکال کر انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا گیا تو آپ نے حسبِ معمول اپنے پاس بلا لیا، یہ تھا سونے چاندی سے حضور ﷺ کا سلوک اور آپ کی تربیت ۔

اپنی اولاد کے لیے حضور ﷺ نے کیا مانگا :

آقائے نامدار ﷺ نے اپنی اولاد کے لیے اللہ سے کیا مانگا ؟ دعا کی

'' اے اللہ ! محمد (ﷺ) کی اولاد کو ضرورت کے موافق دے نہ زیادہ نہ کم ''

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کبھی اہلِ بیت کو بادشاہی نہیں ملی، آپ کی اولاد کو امامت ملی، ولایت ملی، اللہ کا قرب ملا، آپ کی اولاد نے تقرب الٰہی کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے پائے، روح کی پاکیزگی کے لیے ہمیشہ مصروف رہے، آپ کی اولاد حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ، حضرت زین العابدینؒ یہ تمام کے تمام روحانیت کے اعلیٰ مدارج کے حصول میں مشغول رہے۔

حضرت زین العابدینؒ کا نام سجاد تھا، بہت زیادہ سجدے کرنے والے، کثرتِ عبادت کی وجہ سے یہ نام پڑ گیا اب زین العابدینؒ نام رہ گیا، آپ بڑے عبادت گزار تھے آپ کو بادشاہی تو نہیں ملی مگر آپ کے لیے اللہ کے بندوں کے دلوں میں جگہ تھی، حج کے موقع پر ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان بھی حج کو آیا تھا، اُس نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کا بہت ادب کر رہے ہیں، اِس پر اس نے تعجب کیا کہ کون شخص ہے جس کا لوگ اس قدر ادب کر رہے ہیں اُس نے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کچھ جواب نہ دیا، ابن مروان حاکم تھا مگر لوگ اس کا ادب اس قدر نہیں کر رہے تھے یہ تھی مقبولیت جو اللہ کے

رسول ﷺ کی اولاد کو حاصل تھی ، حکومت نہیں تھی مگر دلوں میں جگہ تھی یہ عبادتِ الٰہی کی برکات تھیں۔

اے بھائیو ! روح کی بیماریوں کو دُور کرو ، بد قسمتی سے مسلمان بھی دنیا کے ساتھ غلط راستے پر جارہے ہیں ، مسلمانوں کو روح کی بھلائی کے لیے کام کرنا چاہیے آخرت میں یہی کام آنے والی چیز ہے اس سے ہم جنت میں جاسکیں گے۔

اے ایمان والو ! اللہ کا ذکر خوب کرو اُس کی تعریف بیان کرو اُس کی رحمتیں تم پر صبح و شام برستی رہتی ہیں تم اندھیروں سے نکل جاؤ ، ناپاکیوں سے نکل جاؤ ، خرابیوں سے پاک ہو جاؤ ، ایمان والوں پر اللہ کے بہت بڑے احسانات ہیں ان کے لیے بڑے بڑے درجے ہیں قیامت میں ایمان والوں کے لیے بہت بڑا اجر ہے بہت بڑا مرتبہ ہے بہت بڑا اعزاز ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کیا جائے گا فرشتے تمہیں سلام کریں گے ، سلام ہر کس و ناکس کو نہیں کیا جاتا بڑوں کو سلام کیا جاتا ہے ، بزرگوں اور نیکوں کو سلام کیا جائے گا جس وقت وہاں ملاقات ہوگی ، ایمانداروں میں تو آپس میں بھی سلام ہوگا اور خطاب ہوگا تمہارے لیے بہت معزز[1] اجر ہے ، مسلمانوں ذکر کرو اللہ کا ، عبادت کرو اللہ کی ، اس معزز اجر کو حاصل کرنے کے لیے صبح و شام کوشش کرو ، اللہ کو یاد کرو ، غفلت چھوڑ دو ، للہ غفلت چھوڑ دو ، غفلت کے پاس بھی نہ جاؤ۔

ذکر اللہ کا حکم :

اللہ نے ذکر کا حکم دیا ہے ، یہ نہیں کہا کہ ذکر کرو دل سے یہ نہیں فرمایا کہ ذکر کرو روح سے بلکہ ذکر کرنے کا حکم دیا ہے ، جس طرح انسان کے جسم کے اعضا ہیں اسی طرح روح کے بھی اعضاء ہیں جاننے والے جانتے ہیں کہ جسم کے اعضاء کیا ہیں ، بہت سارے اعضائے جسم نظر آتے ہیں آپ کو ، بہت سارے اعضاء نظر نہیں آتے کیونکہ جسم کے اندر ہوتے ہیں ، جرّاح[2] بھی ان کو نہیں جانتے حالانکہ انہیں دیکھنے کے موقع حاصل رہتے ہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ۔

---

[1] بڑا [2] سرجن

روح کے اعضاء :

اسی طرح روح کے بھی اعضاء ہیں سب نہیں جانتے مگر جاننے والے جانتے ہیں جس طرح ''دل'' ایک عضو ہے ''اَخفا'' بھی ایک عضو ہے اللہ کا ذکر اخفا سے ہو، خفی ہو یا جلی ہو اللہ نے ذکر کرنے کو کہا ہے یہ نہیں کہا کہ کھڑے رہ کر کرو یا بیٹھ کر کرو بلکہ جس طرح چاہو کرو مگر ذکر کرو۔

ذکر کے لیے قید نہیں :

نماز کے لیے کہا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھیے، اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو بیٹھ کر پڑھیے اگر بیٹھ کر بھی پوری طرح رکوع وسجود کی ادائیگی نہ ہو سکے تو اشارے سے پڑھیے، اگر بیٹھنا بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر اشاروں سے پڑھیے، یہ پابندیاں ہیں اور یہ شرائط ہیں نماز کی، مگر ذکر کے لیے اجازت دے دی گئی ہے کہ تم جس طرح چاہو کرو، کوئی قید نہیں لگائی، نماز کے لیے وضو شرط ہے نماز کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ کھلا نہ ہو ورنہ نماز نہیں ہوگی، ذکر کے لیے کوئی قید نہیں۔

ذکر کی کوئی تعداد متعین نہیں :

نماز کے لیے وقت مقرر ہے، اگر سورج نکل رہا ہو، سر پر ہو یا ڈوب رہا ہو تو نماز نہیں ہوتی مگر ذکر کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں، فرض نمازوں کے لیے رکعتوں کا تعین ہے، اتنی رکعتیں صبح کی اتنی ظہر کی اور اتنی عصر و مغرب اور عشاء کی، سنتوں کے لیے رکعتوں کا تعین ہے اور پھر سنن و فرائض میں تقدیم و تاخیر کا لحاظ بھی احسن ہے مگر ذکر اللہ کے لیے ایسی کوئی تقدیم و تاخیر نہیں، تعداد کی کوئی قید نہیں ہزار بار کرو لاکھ بار کرو، ذکر کی عام اجازت ہے جس قدر بھی ہو ذکر کرو۔

ذاکر کا مرتبہ :

آقائے نامدار ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن سب سے زیادہ افضل اور برتر کون ہوگا ؟ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا جو اللہ کا ذکر زیادہ کرنے والے ہوں گے۔ آقائے نامدار ﷺ ہمیشہ ذکر اللہ میں رہتے تھے کسی وقت بھی اس سے غافل نہیں رہتے تھے حضور ﷺ

عام طور پر ہنستے نہیں تھے اللہ کا خوف ہمیشہ دامن گیر رہتا تھا، ایک مرتبہ فرمایا اے لوگوں میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، اگر تم اتنا جانتے جتنا میں جانتا ہوں تو تم نہ ہنستے اور نہ اپنی عورتوں سے لذت پکڑتے، تم جنگ میں نکل جاتے۔ مسلمانو ! اللہ کے ذکر سے بڑھ کر اللہ کے عذاب سے بچانے والی کوئی چیز نہیں ہے، اس لیے اللہ سے ڈرو۔ خوفِ الٰہی کے تقاضے جس نے پورے کیے اُس نے گویا اپنی عاقبت سنوار لی، جس نے عاقبت سنوار لی وہی عقلمند ہے اور فائدہ میں ہے، بندوں پر اللہ تعالیٰ کے احسانات بے انتہا ہیں مالکِ حقیقی کی کس قدر عنایت ہم پر ہے کہ اُس نے ہمیں نوازا، ہم گندگی سے بنے گندے نطفے سے ہماری پیدائش ہوئی لیکن ہم پر اللہ کی عنایات ہیں، باوجود اتنے انعامات کے ہم اُس کی طرف سے غافل ہیں، اللہ نے ایسے بیش بہا انعامات دیے کہ اگر صرف ایک نعمت کی قیمت دنیا کے خزانوں سے لگائیں تو بھی قیمت پوری نہ ہو، باوجود ان عنایتوں کے ہم کس قدر کوتاہی کرنے والے ہیں، بال بچوں کی فکر ہے، کمائی کی فکر ہے، دنیا کی طلب ہے لیکن ذکر اللہ نہیں کرتے۔ یاد رکھو جب ہم ذکر کرتے ہیں اللہ کا تو اللہ ذکر کرتا ہے فرشتوں میں ذاکر کا، یہ ہے اعزاز ذاکر کا اور یہ کس قدر بڑی بات ہے کہ مالک اپنے بندے کا ذکر کرے اور اُس پر فخر کرے۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے اُس کے ساتھ اللہ ہوتا ہے جب تک بندہ اللہ کی یاد میں رہے گا تب تک بندہ کے ساتھ اللہ کی معیت ہوتی ہے۔

بعض بیوقوف کہتے ہیں کہ زبانی ذکر سے کیا فائدہ ؟ ایسا کہنے والے نادان ہوتے ہیں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک بندے کے ہونٹ اللہ کے ذکر میں ہلتے ہیں اللہ بندے کے ساتھ ہوتا ہے، دنیا کا محاورہ ہے ''پروا نہ کر میں تیرے ساتھ ہوں'' اسی طرح زبان سے اللہ کا ذکر کرنے والے کو کسی کی پروا نہیں کیونکہ اُس کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ زبانی ذکر کرنے سے فائدہ نہیں، میرے بھائیو ! وہ بڑے بیوقوف ہیں ان کی غلط باتوں میں گرفتار نہ ہو جانا بلکہ اللہ کا ذکر کرتے رہنا، اللہ کو جب اُس کا بندہ پکارتا ہے تو مالک جواب دیتا ہے۔ میرے بھائیو ! اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے کہ غلام اپنے آقا کو اور اپنے مالک کو

پکارے تو مالک جواب دے، بندہ ایک قدم مالک کی طرف بڑھتا ہے تو مالک بھی اس کی طرف بڑھتا ہے بندہ چلتا ہے تو مالک کی رحمت اُس کی طرف دوڑ کر پہنچتی ہے اس لیے بزرگو اللہ کو یاد کرتے رہو مالک کو پکارتے رہو، تمام اچھے نام اُسی کے ہیں انسان ناشکرا ہے۔

میرے بزرگو ! بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ چند روز ذکر کر کے چھوڑ بیٹھتے ہیں کہتے ہیں کچھ نظر نہیں آتا کچھ معلوم نہیں ہوا کوئی کرامت نہیں ہوئی، یہ بڑے نادان ہیں بہت ہی بڑے نادان، انسان پر اللہ کا جس قدر احسان ہے کسی مخلوق پر نہیں، وہ احسنِ تقویم ہے انسان کی تخلیق کے مضمون کے لیے اللہ نے چار قسمیں کھائی ہیں :

''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طورِ سینین کی اور اِس امن والے شہر کی کہ ہم نے انسان کو اچھی سے اچھی صورت پر بنایا۔'' (سُورۃ التین آیت ۱ تا ۴)

جو درجہ انسان کو دیا، نہ سورج کو دیا نہ چاند کو نہ جمادات کو نہ نباتات کو مگر انسان اس قدر نمک حرام ہے کہ اس کی نظیر نہیں، تم کو کان دیے آنکھیں دیں اور تم دنیا کے خزانے خرچ کرنے والے ہو زمینوں اور آسمانوں میں جو کچھ ہے تمہارے لیے پیدا کیا گیا ہے، تم میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ مکھی یا مچھر کو اپنے قبضہ میں لاتے، تم پر مالک کے کتنے احسانات ہیں کہ تمہارے لیے ہر چیز مسخر کردی گئی، بکری گائے، بھینس وغیرہ کو مسخر کردیا، جاندار اور سورج کو مسخر کر کے ان پر فرشتوں کو مقرر فرمادیا رات دن اپنے کام میں یہ مصروف رہتے ہیں۔

اور اے انسانو ! تم اس طرح محفوظ ہو کہ اگر تمہاری حفاظت نہ کی جاتی تو جنات اور شیاطین تم پر چھا جاتے تمہیں اُچک لیتے حشرات الارض تمہیں چٹ کر جاتے مگر انسان ناشکرا ہے ان احسانات کے لیے مالک کا شکر گزار نہیں ہوتا سرکشی اور نافرمانی کرتا ہے اُس کے احکامات پر عمل پیرا نہیں ہوتا، یہ سب احسانات اس انسان پر ہیں جو ناپاکی سے پیدا ہوا ہے، پیشاب یا پاخانہ کی جگہ دھو کر انسان پاک ہوجاتا ہے مگر جس ناپاکی سے پیدا ہوا ہے اُس کا ایک قطرہ بھی نکل جائے تو پورا جسم ناپاک ہوجاتا ہے جب تک پورے جسم کو یعنی سر سے لے کر پاؤں تک ناخن تک دھویا نہیں جاتا تب تک انسان کا جسم پاک

نہیں ہوتا اس ناپاکی سے پیدا شدہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا شرف عطا فرمایا ہے، جانتے ہو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا، سوچو تو سہی اللہ کی مخلوقات کا کوئی ٹھکانا ہے ؟ کوئی گنتی کرسکتا ہے کتنی کتنی عجیب وغریب ہیں مخلوقات کی اقسام کتنی بڑی بڑی طاقت والی مخلوقات ہیں ان تمام پر انسان کو فضیلت دی ماں کے پیٹ سے نکلے تو تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اللہ نے سننے کی طاقت سمجھنے کی طاقت اور سوچنے کی طاقت دی، اللہ تعالیٰ کے لاکھوں احسانات ہیں جن کا کوئی شمار نہیں اور شمار کر بھی نہیں سکتے پھر انسانوں پر احسانات پر احسانات کے سلسلہ کو جاری رکھا، آسمانوں اور زمینوں سے رزق دیتا ہے، اللہ آسمانوں سے پانی زمین سے رزق اور انواع واقسام کی نعمتیں بخشتا ہے، ان انعاموں اور عنایتوں کے باجود حقیقی منعم کی یاد سے غافل رہتا ہے۔تمہارا رب ایسا منعم ہے کہ تمہارے لیے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تاکہ تم اُس کے رزق کو تلاش کرو، بے شک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے''اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے (جیسے موج طوفان وغیرہ سے غرق ہونے کا خوف) تو بجز خدا کے اور جتنوں کی تم عبادت کرتے تھے سب کو بھول جاتے ہو پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو تم پھر جاتے ہو اور واقعی انسان ناشکرا ہے۔'' اس کا دھیان نہیں ہوتا انسان کو۔

میرے بھائیو ! کس قدر غفلت ہے کہ ہم منعمِ حقیقی کی یاد سے غافل ہوجاتے ہیں یہ بہت بڑی غفلت ہے، میرے بزرگو بہت بڑی غفلت ہے اس غفلت کو چھوڑ دو خوابِ غفلت سے بیدار ہوجاؤ اللہ کا ذکر کرو خوب ذکر کرو، مالکِ حقیقی کا ہمیشہ ذکر کرتے رہو، کاروبار بھی کرو اِس سے تم کو منع نہیں کیا جاتا، منع کیا جاتا ہے تو اس سے کہ اللہ سے غافل نہ بنو، اتنی احتیاط رکھو کہ کاروبار تمہیں کہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے، بس اتنا ہی کہا جاتا ہے تم سے، بعض لوگ کہتے ہیں ان کام دھندوں سے فرصت نہیں ملتی اللہ کے ذکر کے لیے، یہ بہت بڑی غلطی ہے کوئی کاروبار اللہ کے ذکر اور اُس کی یاد سے روک نہیں سکتا تم اپنی مصروفیتوں میں اللہ کو یاد کرسکتے ہو، میں نے ایک فقیر کو عرفات میں دیکھا بھیک مانگ رہا تھا مگر اللہ سے غافل نہیں تھا اللہ کی یاد برابر جاری تھی۔

عزیزو تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ کے ذکر کا مطلب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر رہبانیت اختیار کرلینا ہے،

نہیں ایسا ہر گز نہیں، اللہ کی یاد قائم رکھ کر تم سب کام کرو، صحابہ کرامؓ ایسا ہی کرتے تھے وہ تجارت کرتے تھے مگر ذکر اللہ میں مصروف رہتے تھے جہاد کا وقت آ گیا تو جہاد کرتے تھے نماز کا وقت آ گیا تو نماز پڑھتے تھے مگر اللہ کے ذکر سے کبھی غفلت نہیں برتتے تھے، انہیں تجارت غفلت میں نہیں ڈالتی تھی کسی طرح کی ان میں غفلت نہیں تھی۔

میرے بھائیو ! اُنہیں ہمیشہ فکر رہتی تھی کہ قیامت میں کیا حال ہوگا خوفِ الٰہی رہتا تھا اس لیے کسی قسم کی مصروفیت اور کسی بھی قسم کی ضرورت اُنہیں ذکر سے غافل نہیں کر سکتی تھی، اللہ کے ذکر کے لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہاتھ سے کام کرو مگر زبان اللہ کے ذکر میں رہے، مصروف رہو ضروریات میں مگر اللہ کا ذکر جاری رہے، ذرا کوشش تو کر کے دیکھو یہ کتنا آسان ہے، اگر تم نماز پڑھ رہے ہو مگر خدا سے لو نہیں لگی ہوئی تو اجر پورا نہیں مل سکتا، اللہ سے لو لگاؤ، شروع شروع میں ممکن ہے نہ لگے مگر بالآخر لگ ہی جاتی ہے اللہ کے خوف کو طاری کر لو اپنے اُوپر ہمیشہ پھر لو لگ جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی، یہ کہنا غلط ہے کہ دنیا کے کاروبار اللہ کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بہت بڑے بادشاہ تھے آپ کو اللہ عزوجل نے جانوروں پر بھی حکومت دی تھی سلطنت کا وسیع کاروبار تھا اس کے باوجود اللہ سے ہمیشہ لو لگائے رہتے تھے، یہ بادشاہت بھی ان کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ بنا سکی تو بھئی ہم جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ سے غافل نہ بنو جو آیات واَحادیث تمہیں سناتے سمجھاتے ہیں اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم راہب بن جاؤ، نہیں یہ مطلب نہیں ہے سب میں رہو مگر اِن مصروفیتوں کے ہو کر نہ رہ جاؤ صرف اللہ کے ہو کر رہو۔

میرے عزیزو ! اگر میں ان آیات واحادیث کو سناتا رہوں جن میں اللہ کے ذکر کی فضیلت ہے تو نہ سنا سکوں، بے انتہا ہے ذکر کی فضیلت۔ آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں ایک عمل بتاؤں جو تمام اعمال سے بہتر ہے، خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پاک، تمہارے درجوں کو زیادہ بلند کرنے والا اللہ کی راہ میں سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی افضل ہے ایسا جہاد جس میں تم دشمنوں کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔

صحابہؓ نے عرض کیا فرمائیے ! حضور ﷺ نے فرمایا : '' اللہ کا ذکر '' ! ! ! ! بھائیو ! اللہ کی تمام صفات کا ذکر کرو، اپنی عمر ضائع نہ کرو، اللہ کی یاد میں جو وقت گزرے گا وہ بیکار اور ضائع نہیں ہوتا۔ ذاکر کی مثال زندہ کی ہے اور غیر ذاکر کی مثال مردہ کی، جو زندگی غفلت میں گزرتی ہے وہ مردہ ہے جو اللہ یاد میں گزرتی ہے وہی زندگی ہے۔ یہی وقت ہے کمانے کا جب موت آئے گی تو وقت نہیں رہتا کمانے کا آج وقت ہے آج ہی اپنی زندگی میں توشہ کمالو، سفر درپیش ہے تیاری کرلو، اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو، صورت اور سیرت کو اُس کی مرضی کے مطابق بناؤ، ڈاڑھیاں رکھو، غیروں کی صورتیں نہ بناؤ، دوسروں کی صورتیں نہ بناؤ، رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اپنی صورت بناؤ، یہ بڑی بیوقوفی ہے کہ غفلت میں رہو عمر بڑھتی نہیں گھٹتی ہے۔

میرے بھائیو ! جاگو خدا سے ڈرو، خدا کا ذکر کرو، دھوکہ میں نہ رہو، انسان دھوکہ میں ہے اس لیے وہ غفلت کرتا ہے، حضور کے قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کرو، ان کی صورت جیسی تھی ویسی بناؤ عاشق کو اپنے معشوق کی ہر چال پیاری ہوتی ہے، تمہیں بچے سے پیار ہے تو اُس کا کپڑا بھی پیارا ہوتا ہے حضور ﷺ کی صورت بناؤ گے تو پیارے ہو جاؤ گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے تم میری فرماں برداری کرو گے تو خدا تم سے محبت کرنے لگے گا اور تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ محبت کی آنکھ کوئی عیب نہیں دیکھتی، اگر تم اللہ کے بن گئے صورت اور سیرت رسول ﷺ کی بنالی تو اللہ کے بن جاؤ گے، اپنی عمر کے حصہ کو غنیمت سمجھو، قرآنِ پاک جیسی کتاب کو غنیمت سمجھو، عمر ضائع نہ کرو، دن رات اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ کا ذکر کرو، نیکوں کی صحبت اختیار کرو، نافرمانوں کی صحبت سے بچو۔

آقائے نامدار ﷺ نے بڑی تاکید کی ہے بری صحبت سے بچنے کی اس لیے یہ دیکھ لو کہ تم کس سے دوستی کرتے ہو، صرف اُن کی صحبت اختیار کرو جو اُس کے تابع ہیں۔

قسط : ۱۲

تبلیغِ دین

《 حجة الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمة اللہ علیہ 》

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا ! اِس زمانے میں اَجزائے دین میں سے اَخلاقِ حسنہ کو عوام نے اِعتقادًا اور خواص نے عمدًا چھوڑ دیا ہے اِس سے جو مفاسدِ دینیہ اور دُنیویہ پیدا ہو رہے ہیں اُس کا یہی علاج ہے کہ اِس کی تعلیم اور اِس کی تنبیہ کی جائے چنانچہ سلف نے اِس میں مختلف و متعدد کتابیں لکھی ہیں اُن سب میں جامع اور آسان تصنیف حجة الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمة اللہ علیہ کی ہے ، اُن میں رسالہ ''اَربعین'' یعنی ''تبلیغ دین'' مختصر اور آسان ہے اَکابرین خصوصیت کے ساتھ اپنے مریدین کو اِس کتاب کے پڑھنے کا اِرشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب رحمة اللہ علیہ کو کہ اُنہوں نے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر اور باطن کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کو نافع اور مقبول بنائے، خانقاہِ حامدیہ کی طرف اِسے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (اِدارہ)

مذموم اخلاق کی تفصیل اور طہارتِ قلب کا بیان

(۲) دوسری اصل .... کثرتِ کلام کی ہوس اور فضول گوئی کا بیان :

اس کا قطع کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ یوں تو اعضاء کے تمام کاموں کا اثر قلب پر پڑتا ہے مگر زبان چونکہ قلب کی سفیر ہے اور جو نقشہ قلب میں کھنچا اور جس چیز کا تصور دل میں آتا ہے اُس کا اظہار زبان ہی کیا کرتی ہے اس لیے اس کی تاثیر قلب پر زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔

فضول کلام کی عادت کا نقصان :

یاد رکھو کہ جب زبان جھوٹی ہوجاتی ہے تو دل میں بھی صورتِ کا ذبہ (جھوٹ) کی تصویر کھینچتی اور کجی آجایا کرتی ہے خصوصاً جبکہ جھوٹ کے ساتھ فضول گوئی بھی شامل ہو تو اُس وقت تو قلب بالکل ہی سیاہ ہوجاتا ہے یہاں تک کہ کثرتِ کلام سے قلب مرجاتا ہے اور معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کی قابلیت ہی اس میں نہیں رہتی اس وجہ سے رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کا کفیل (ذمہ دار کہ اِن سے گناہ نہ ہو کیونکہ اکثر گناہ اِن ہی سے ہوتا ہے) ہوگیا میں اُس کے لیے جنت کا کفیل ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ زبان ہی کے کرتوت اکثر لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں دھکیلیں گے لہٰذا اس کی حفاظت بہت ضروری ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ اگر زبان ہلائے تو نیک بات کہے اور کلمہ خیر (بھلائی کی بات) بولے ورنہ چپ رہے کیونکہ جب زبان زیادہ چلنے لگتی ہے تو لغو گوئی بڑھ جاتی ہے اور جب لغو گوئی بڑھ گئی تو اللہ جانے کس حد تک پہنچے اور کیا کچھ منہ سے بکتا پھرے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے منہ میں پتھر رکھ لیتے تھے کہ نفس متنبہ (خبردار) رہے اور زبان ضرورت سے زیادہ کلام نہ کرے۔

فصل :

زبان کے متعلق گناہ سے بچنے کے لیے اس آیت پر عمل کرنا کافی ہے ﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ﴾ جس کا خلاصہ منشاء یہ ہے کہ فضول اور بے فائدہ کلام نہ کرو صرف ضروری بات کے اظہار پر اکتفا کرو اِسی میں نجات ہے۔

کلامِ عبث کی ماہیت :

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی غزوہ میں ایک نوجوان شہید ہوگیا لڑائی سے فراغت کے بعد شہیدوں کی نعشوں میں اُس کی نعش بھی ملی اور دیکھا گیا کہ اُس کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا تھوڑی دیر بعد اُس کی ماں آئی اور فاقہ کی حالت میں اللہ کے نام پر جان دینے والے شہید بیٹے کے

پاس بیٹھ کر اُس کے منہ سے مٹی پونچھی اور کہا کہ بیٹا تجھ کو جنت مبارک ہو، یہ سن کر رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا کہ کیا خبر ہے ممکن ہے کہ بے فائدہ کلام کرنے کا عادی ہو[1] اس سے معلوم ہوا کہ فضول گوئی کی عادت جنت میں جانے سے روکنے والی چیز ہے، مسلمان کو وہی بات زبان سے نکالنی چاہیے جس میں یا کوئی ثواب حاصل ہو اور یا کوئی نقصان رفع ہو اور جس بات کے زبان سے نکالنے میں کوئی ثواب ہوتا ہے نہ کچھ نقصان رفع ہوتا ہے تو وہ عبث اور فضول ہے اور اس سے احتراز کرنے کی ضرورت ہے جتنی دیر فضول گوئی میں مشغول رہتے ہو اگر یہ وقت ذکر الٰہی میں صرف ہو تو نیکیوں کا کتنا بڑا خزانہ جمع ہو جائے پھر بھلا خزانے کو چھوڑنا اور پتھر ڈھیلے جمع کرنا کون سی عقلمندی ہے اور اگر فضول گوئی سے بڑھ کر دروغ گوئی تک نوبت پہنچی اور زبان سے غیبت اور گالیاں اور فحش یعنی ایسی باتیں نکلنے لگیں جن میں نفع تو درکنار اُلٹا دین کا ضرر اور نقصان ہے تب تو ایسی مثال ہوگی کہ بھرپور خزانہ چھوڑ کر آگ کے الاؤ میں جا گھسے اللہ پناہ میں رکھے۔

ناول اور تاریخ وغیرہ کا مطالعہ :

اس حالت سے تمام قصے کہانیاں، سفرنامے، مختلف ملکوں کی تاریخیں اور باشندگانِ دنیا کے لباس و خوراک اور طرزِ معاشرت و تمدن کے تذکرے اور تجارتوں، حرفتوں، صنعتوں کے حالات سب اسی فضول اور عبث کلام میں داخل ہیں جس میں مشغول ہونا معیوب ہے اور آیتِ مذکور کے منشاء کے بالکل خلاف ہے۔

فصل :

زبان کے متعلق بیس آفتیں ہیں اور چونکہ ہر ایک کی جدا جدا تشریح کا یہ موقع نہیں ہے اس لیے مختصر طور پر یہاں صرف اُن پانچ گناہوں کو بیان کیے دیتے ہیں جن میں لوگ بکثرت منہمک ہیں اور جن سے زبان گویا نجاستوں کی خوگر ہوگئی ہے۔

---

[1] جس سے اس کے مرتبوں میں کمی آجائے گو شہادت کا ثواب ہے اور حدیث میں اس ثواب کی نفی نہیں اور جنت سے روکنے کا مضمون مترجم صاحب نے بڑھایا ہے اصل عربی میں نہیں ہے۔

(۱) پہلی آفت.....جھوٹ بولنا :

حدیث میں آیا ہے کہ ''آدمی جھوٹ بولتا ہے یہاں تک کہ اُس کا عادی ہو جاتا ہے اور اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

ہنسی مذاق کا جھوٹ :

جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنا مسلمانوں کی شان نہیں اور ایمان اور جھوٹ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یاد رکھو جھوٹ بولنے سے قلب میں کجی آجاتی ہے اور خواب بھی سچے نظر نہیں آتے، مذاق میں بھی دوسروں کے ہنسانے کے لیے جھوٹ نہ بولو اور ہمیشہ جھوٹے خیالات اور خطرات سے قلب کو بچائے رکھو ورنہ قلب میں کجی پیدا ہو جائے گی اور تجربہ اِس کا شاہد ہے کہ ایسے آدمیوں کو خواب بھی سچا نظر نہیں آتا۔ ایک مرتبہ کسی عورت نے اپنے صغیرسن بچے کو بلایا اور کہا کہ آؤ ہم تمہیں ایک چیز دیں گے رسول اللہ ﷺ نے اُس عورت سے دریافت فرمایا کہ اگر بلانے سے بچہ آگیا تو کیا چیز دے گی، عورت نے کہا چھوہارے دے دوں گی، آپ نے فرمایا اگر کچھ دینے کا ارادہ نہ ہوتا اور صرف بہلانے کے لیے ایسا لفظ نکلتا تو یہ بھی زبان کا جھوٹ شمار ہوتا۔

کذبِ مصلحت آمیز کا جواز اور اُس کی حکمت :

البتہ ضرورت کے وقت جھوٹ بولنا بھی جائز ہے بشرطیکہ سچ بولنے سے کسی ایسے گناہ یا نقصان کا اندیشہ ہو جو جھوٹ کے گناہ و نقصان سے زیادہ ہے مثلاً دو مسلمانوں میں صلح کرا دینے یا جہاد میں دشمن کو دھوکہ دینے [1] یا بی بی کو رضامند اور خوش کرنے کے لیے جھوٹ بول دینے کی حدیث میں اجازت آئی ہے اِس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں میں عداوت اور رنج رہنے سے جو برا نتیجہ پیدا ہوگا وہ جھوٹ کے نقصان سے بڑھا ہوا ہے، اسی طرح جنگ کے راز پوشیدہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ اگر دشمن کو اطلاع

---

[1] اس سے بدعہدی مراد نہیں کہ وہ تو حرام ہے بلکہ دھوکہ یہ ہے کہ حالتِ عدمِ صلح میں ایسی کارروائی کی کہ غنیم کچھ اور سمجھا اور بے فکر ہوگیا اور اُس نے اپنا کام نکال لیا۔ (اشرف علیؒ)

ہوئی اس کو حملے کا موقع ملے گا اور ہزاروں پاک جانیں تلف ہو جائیں گی اس لیے اصل بات کا ظاہر نہ کرنا اور جھوٹی بات بنا دینا افضل ہوا۔ اسی طرح خاوند کے بعض اسرار بی بی سے مخفی رہنے کے قابل ہیں پس اگر راست گوئی کے سبب کوئی خیال اس پر ظاہر ہو گیا اور میاں بی بی میں نا اتفاقی ہو گئی تو جو برا اثر پیدا ہوگا اُس میں جھوٹ بولنے کی بہ نسبت زیادہ گناہ ہے، پس ایسی صورت میں جھوٹ بولنے کی اجازت ایسی ہے جیسے کوئی شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو جائے تو آسان اور ہلکی مصیبت کو ترجیح دے کر اختیار کر لیتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کسی شخص کے بھوکا مر جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے مردار بھی حلال ہے اسی طرح اپنا یا اپنے مسلمان بھائی کا مال ظالم کے ہاتھ سے بچانے کو یا کسی کی خفیہ رکھی ہوئی امانت کو محفوظ رکھنے کے لیے دوسروں کے سامنے انکار کر دینا اور جھوٹ بول دینا جائز ہے اور اپنی معصیت کا انکار کر دینا بھی اسی وجہ سے جائز ہے کہ فسق و فجور کا اعلان حرام ہے یا اپنی بیوی سے یہ کہہ دینا کہ میری دوسری بی بی تمہاری سوت مجھے تم سے زیادہ پیاری نہیں یہ سب باتیں اس بنا پر جائز ہیں کہ اِس جھوٹ سے ایک ضرر دفع ہو گیا ہے۔

تحصیلِ مال و جاہ کے لیے جھوٹ بولنا حرام ہے :

البتہ روپیہ کمانے یا عزت و جاہ حاصل کرنے کی غرض سے جھوٹ بولنا ہرگز حلال نہیں ہے کیونکہ اگر مال و جاہ نہ بڑھے تو کوئی نقصان نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ سچ سے نفع حاصل نہیں ہوتا اور نفع کا حاصل نہ ہونا نقصان نہیں کہلاتا، اس باریکی کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور اکثر غرض کے لیے جھوٹ بولا کرتے ہیں حالانکہ یہ حرامِ قطعی ہے اور درحقیقت ان کے دین کی تباہی کا یہی سامان ہے کیونکہ ضرورت اور بے ضرورت میں تمیز نہیں کرتے، افسوس کی بات ہے کہ جاہلوں نے خیالی اور فرضی ضرورتوں کو بھی ضرورت سمجھ لیا ہے حالانکہ شرعی اور واقعی ضرورت جس کا نام ہے وہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب تک حالتِ اضطرار اور کسی بڑے نقصان کا غالب گمان نہ ہو اُس وقت تک مردار کا کھانا حلال نہیں ہے ایسے ہی جھوٹ بولنا شرعاً حرام ہے وہ بھی جائز نہیں ہے۔

ضرورت پر بھی توریہ کرنا چاہیے نہ کہ صریح جھوٹ :

اس شدید ضرورت کے موقع پر حتی الامکان تعریض اور توریہ ہی کرنا چاہیے کہ نفس کو جھوٹ بولنے کی عادت نہ ہوجائے۔ شیخ ابراہیمؒ گھر کے اندر کسی ضروری کام میں مشغول ہوتے اور کوئی شخص اُن کو باہر بلاتا تو خادمہ سے کہتے تھے یوں کہہ دے کہ مسجد میں ڈھونڈو اور حضرت شعبیؒ اُنگلی سے ایک دائرہ کھینچ کر خادمہ سے فرماتے کہ اِس دائرہ کے اندر اُنگلی رکھ کر کہہ دے کہ یہاں نہیں ہیں، اس تعریض سے اپنا مقصد بھی حاصل ہوجاتا تھا اور حقیقت میں جھوٹ بھی نہ ہوتا تھا البتہ صورت جھوٹ کی سی تھی اور یہی تعریض و توریہ کہلاتا ہے اس قسم کی تعریضیں معمولی غرض کے لیے بھی جائز ہیں جبکہ کسی کا حق ضائع نہ ہو

مزاح و خوش طبعی میں توریہ کا استعمال :

ایک بڑھیا عورت سے رسول اللہ ﷺ نے مزاح کے طور پر یوں فرمادیا تھا کہ بڑھیا جنت میں کبھی نہ جائے گی، یہ سن کر بڑھیا رونے لگی کیونکہ جو مطلب ظاہری لفظوں سے سمجھ میں آتا ہے وہ یہی تھا کہ کوئی بڑھیا بھی جنتی نہیں ہے حالانکہ مراد یہ تھی کہ بڑھاپے کی حالت سے جنت میں نہ جائے گی بلکہ جو بڑھیا بھی جنت میں جائے گی وہ جوان بن کر جائے گی یا مثلاً ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کے لیے اُونٹ مانگا تو آپ نے فرمایا اچھا ٹھہرو ہم تمہیں اُونٹ کا بچہ دیں گے، یہ سن کر سائل نے عرض کیا کہ بچہ لے کر میں کیا کروں گا، اُس وقت آپ نے تعریض کا مطلب سمجھا دیا کہ میاں بڑا اُونٹ بھی تو آخر کسی اُونٹ سے ہی پیدا ہوا ہے جس اُونٹ سے پیدا ہوا ہو اُس اُونٹ کا تو بچہ ہی ہے یا مثلاً ایک شخص نے آپ سے فرمایا کہ تمہاری آنکھ میں سفیدی ہے اور ظاہر ہے کہ سب کی آنکھ میں سفیدی ہوتی ہے مگر چونکہ بظاہر یہ مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ پتلی میں عیب اور سفیدی کا مرض ہوتا ہے اس لیے سننے والے کو فکر لاحق ہوکر اچھا خاصا مزاح ہوگیا۔ اس قسم کی تعریضیں بی بی بچوں سے خوش طبعی کے طور پر جائز ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص کھانا کھانے کی صلاح کرے اور تمہیں باوجود بھوک ہونے کے کھانا منظور نہ ہو تو یہ ہرگز نہ کہو مجھے بھوک نہیں ہے کیونکہ جھوٹ ہوگا بلکہ تعریض کرلو اور یوں کہہ دو کہ میں اِس وقت نہ کھاؤں گا آپ نوش فرمائیے وغیرہ۔

(۲) دوسری آفت.....غیبت کرنا :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے [۱] غیبت کرنا متوفی مسلمان کا گوشت ہی کھانا ہے پس اس سے لازمی پرہیز کرو حدیث میں آیا ہے کہ غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے۔ رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں میرا گزر ایسی جماعت پر ہوا جو اپنے منہ ناخنوں سے نوچ رہے تھے، یہ لوگ غیبت کیا کرتے تھے۔

غیبت کی حقیقت :

کسی مسلمان کے پیٹھ پیچھے اُس کے متعلق کوئی واقعی بات ایسی ذکر کرنا کہ اگر وہ سنے تو اُس کو ناگوار گزرے غیبت کہلاتی ہے مثلاً کسی کو بیوقوف یا کم عقل کہنا یا کسی کے حسب ونسب میں نقص نکالنا یا کسی کی کسی حرکت یا مکان یا مویشی یا لباس غرض جس شے سے بھی اُس کو تعلق ہو اُس کا کوئی عیب ایسا بیان کرنا جس کا سننا اُسے ناگوار گزرے خواہ زبان سے ظاہر کی جائے یا رمز و کنایہ سے یا ہاتھ سے اور آنکھ کے اشارے سے یا نقل اُتاری جائے یہ سب غیبت میں داخل ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک موقع پر کسی عورت کا ٹھگنا ہونا ہاتھ کے اشارے سے ظاہر کیا اور یوں کہا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ عورت جو اِتنی سی ہے، اِس پر آپ نے فرمایا اے عائشہؓ تم نے اس کی غیبت کی ہے۔

نام نہاد مولویوں کا اندازِ غیبت :

سب سے بدتر غیبت وہ ہے جس کا رواج مقتدا اور دیندار لوگوں میں ہو رہا ہے کیونکہ وہ غیبتیں کرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو نیک سمجھتے ہیں ان کی غیبتیں بھی نرالے انداز کی ہوتی ہیں مثلاً مجمع میں کہنے لگے کہ اللہ کا شکر ہے اُس نے ہم کو امیروں کے دروازوں پر جانے سے بچا رکھا ہے ایسی بے حیائی سے اللہ پناہ میں رکھے اس کلمہ سے جو کچھ اُن کا مقصود ہے وہ ظاہر ہے کہ اُمرا کے پاس بیٹھنے والے مولویوں پر طعن کرنا اور ان کو بے حیا کہنا منظور ہے اور ساتھ ہی اپنی صلاحیت تقوی جتا رہے ہیں اور

---

[۱] وہ یہ سمجھتا ہے کہ جیسے مردہ کو تکلیف کا احساس نہیں ہوتا ایسے ہی جس کی غیبت کی جائے اُسے بھی نہیں ہوا۔

ریا کاری کا گناہ کر رہے ہیں اسی طرح مثلاً کہنے لگے کہ فلاں شخص کی بڑی اچھی حالت ہے اگر اُس میں حرص دنیا کا شائبہ نہ ہوتا جس میں ہم مولوی مبتلا ہو جاتے ہیں اس فقرہ سے بھی جو کچھ مقصود ہے وہ ذرا سے تامل میں سمجھ آ سکتا ہے کہ اُس کا بے صبرا ہونا ظاہر کرتے ہیں اور اپنی طرف حرص کی نسبت اس نیت سے کرتے ہیں کہ سننے والا ان کو متواضع سمجھے اور یہی غیبت ہے، ساتھ ہی ریا کاری بھی ہے زیادہ تعجب تو اِس پر ہوتا ہے یہ حضرات غیبت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو غیبت سے محفوظ اور پارسا سمجھتے ہیں یا مثلاً بول اُٹھے سبحان اللہ بڑے تعجب کی بات ہے اور جب اتنا کہنے پر لوگوں نے اس بات کے سننے کے شوق میں ان کی جانب کان لگائے تو کہنے لگے کچھ نہیں فلاں شخص کا خیال آ گیا تھا اللہ ہمارے اور اُس کے حال پر رحم فرمائے اور توبہ کی توفیق دے، اس فقرہ کا بھی جو کچھ منشاء ہے وہ عقلمند پر مخفی نہیں ہے کیونکہ ان کا یہ کلمہ ترحم و شفقت یا دعا کی نیت سے نہیں ہوتا جیسا کہ ظاہری الفاظ سے وہم پڑتا ہے اس لیے کہ اگر دعا کرنی مقصود ہوتی تو دل ہی دل میں کیوں نہ کر لیتے سبحان اللہ کہہ کر لوگوں کو متوجہ کرنا اور معصیت کا شکار کرنا ہی کیا ضروری تھا، کیا کسی شخص کا عیب ظاہر کرنا بھی کوئی شفقت یا خیر خواہی کی بات ہے ؟

اسی طرح بعض لوگوں کی عادت ہے کہ غیبت سے منع کرتے ہیں کہتے ہیں کہ بھائی غیبت مت کیا کرو مگر دل ان کا غیبت کو مکروہ نہیں سمجھتا بلکہ اس نصیحت کرنے سے محض اپنی دینداری اور تقوی ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اسی طرح کسی مجمع میں غیبت ہوتی ہے تو ناصح اور پارسا بن کر کہنے لگتے ہیں میاں غیبت کرنا گناہ ہے اِس سے ہم سننے والے بھی گناہ گار ہوتے ہیں، یہ لوگ کہنے کو کہہ جاتے ہیں مگر دل ان کا مشتاق رہتا ہے کہ کاش یہ شخص ہماری نصیحت پر عمل نہ کرے جو کچھ کہہ رہا ہے کہے جائے اور ہمیں سنائے جائے بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ غیبت سننے کا انتظار بھی ہے اور پھر یوں بھی سمجھتے ہو کہ ہم منع کر کے گناہ سے سبکدوش ہو گئے۔ یاد رکھو کہ جب تک غیبت کرنے اور سننے کو دل سے برا نہ سمجھو گے تو اُس وقت تک غیبت کے گناہ سے ہرگز نہ بچو گے کیونکہ غیبت کرنے والا سننے والا دونوں برابر ہیں اور جس طرح زبان سے غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح دل سے غیبت کرنا بھی حرام ہے البتہ چند صورتوں میں خاص لوگوں کی غیبت کرنا جائز ہے جس کی تفصیل ہم بیان کرتے ہیں۔

مظلوم کو ظالم کی غیبت کرنا جائز ہے :

اوّل : مظلوم شخص ظالم کی شکایت اگر افسر اعلیٰ تک پہنچائے اور اپنے اُوپر سے ظلم رفع کرنے کی نیت سے اُس کے مظالم بیان کرے تو گناہ نہیں ہے البتہ ظالم کے عیوب کا ایسے لوگوں سے بیان کرنا جنہیں اُس کو سزا دینے یا مظلوم کے اُوپر سے ظلم رفع کرنے کی طاقت نہ ہو بدستور غیبت میں داخل اور حرام ہے۔ایک بزرگ کی مجلس میں حجاج بن یوسف کا ذکر آ گیا تھا تو اُنہوں نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انصاف کے دن مظلوموں کا بدلہ حجاج سے لے گا اور حجاج کا بدلہ اُس کی غیبت کرنے والوں سے لے گا اس لیے کہ بہتیرے آدمی حجاج کے مظالم ایسے آدمیوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جن کو حجاج کے کیے ہوئے ظلم رفع کرنے کی طاقت نہیں ہے تو ایسے لوگوں کے سامنے حجاج کی غیبت کس طرح جائز ہو سکتی ہے

بدعتی کی غیبت کرنا جائز ہے :

دوم : کسی شخص سے کوئی بدعت یا خلافِ شرع امر کے رفع کرنے میں مدد لینی ہو یا کسی کو اُس کے فتنہ سے بچانا ہو تو اُس سے بھی ان بدعتی لوگوں کا حال بیان کرنا اگر چہ اِن کی غیبت کرنا ہے مگر جائز ہے۔

فتوی کی ضرورت سے کسی کی غیبت کرنا درست ہے :

سوم : مفتی سے فتوی لینے کے لیے استفتا میں امر واقعی کا اظہار کرنا بھی جائز ہے اگر چہ اس اظہارِ حال میں کسی کی غیبت ہوتی ہو دیکھو رسول اللہ ﷺ سے حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا خاوند ابوسفیان اتنا بخیل ہے کہ بقدرِ کفایت بھی مجھ کو خرچ نہیں دیتا اور ظاہر ہے کہ یہ ابوسفیان کی شکایت اور غیبت تھی مگر چونکہ مفتی شریعت ﷺ سے استفسار کیا جا رہا ہے کہ اس صورت میں میرے لیے شریعت کیا حکم دیتی ہے لہٰذا اس غیبت میں کچھ حرج نہیں مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اس صورت میں بھی یہ غیبت اُسی وقت جائز ہے کہ جب اُس وقت اپنا یا کسی مسلمان کا فائدہ متصور ہو۔

دوسروں کو نقصان سے بچانے کے لیے غیبت کرنا جائز ہے :

چہارم : اگر کوئی شخص کسی سے نکاح یا خرید و فروخت کا معاملہ کرتا ہے اور تم کو علم ہو کہ اِس معاملہ میں ناواقفیت کی وجہ سے اس کا نقصان ہے تو اُس کو نقصان سے بچانے کے لیے اس کا حال بیان کر دینا بھی جائز ہے، اسی طرح قاضی کی عدالت میں کسی گواہ کا کوئی عیب اس نیت سے ظاہر کرنا کہ صاحبِ حق کو اِس مقدمہ میں میرے خاموش رہنے سے نقصان نہ پہنچے جائز ہے البتہ صرف اُسی شخص سے ذکر کرنا جائز ہے جس کے نقصان کا اندیشہ ہو یا جس پر فیصلہ اور حکم وارد ہو۔

پنجم : اگر کوئی شخص ایسے نام ہی سے مشہور ہو گیا ہو جس میں عیب ظاہر ہوتا ہے مثلاً اَعمش (چندھا) اعرج (لنگڑا) تو اس نام سے اس کا پتہ بتلانا غیبت میں داخل نہیں ہے پھر بھی اگر دوسرا پتہ بتلا دو تو بہتر ہے تاکہ غیبت کی صورت بھی پیدا نہ ہو۔

ششم : اگر کسی شخص میں کوئی عیب ایسا کھلا ہوا پایا جاتا ہے کہ لوگ اُس کا یہ عیب ظاہر کرتے ہیں تو اُسے ناگوار نہیں گزرتا مثلاً ہیجڑا کہ اُن کے اِس فعل کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو اُن کو خیال بھی نہیں ہوتا تو یہ تذکرہ بھی غیبت سے خالی ہے البتہ اگر اُس کو ناگوار گزرے تو حرام ہے کیونکہ فاسق کے بھی کسی ایسے گناہ کا ذکر کرنا جو اُس کو ناگوار گزرے بِلا عذرِ خاص جائز نہیں ہے (بشرطیکہ کھلم کھلا گناہ نہ کرتا ہو)۔

فصل :

نفس کو غیبت سے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ غیبت کی سزا اور نقصان میں غور کرو حدیث میں آیا ہے کہ آگ جو گھاس میں اثر کرتی ہے غیبت اُس سے جلد اور زیادہ اثر مسلمانوں کی نیکیوں میں کرتی ہے یعنی غیبت کرنے سے نیک اعمال جل جاتے ہیں۔ اب ذرا سوچو کہ جب کوئی نیکوکار شخص جس نے دنیا میں مشقتیں اُٹھا اُٹھا کر نیکیاں جمع کی تھیں جب قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال کو دیکھے گا اور اُس کو معلوم ہوگا کہ غیبت کی وجہ سے اُس شخص کی نیکیاں اِس شخص کے نامہ اعمال میں لکھ دی گئی ہیں جس کی وہ غیبت کیا کرتا تھا تو کس قدر حسرت و افسوس کرے گا۔

مسلمان کو سوچنے کے لیے اپنے ہی نفس کے عیوب بہتیرے ہیں اس لیے مناسب ہے کہ جب فرصت ملے اپنی حالت پر نظر ڈالو اور جو عیب پاؤ اُس کے رفع کرنے میں مصروف ہو جاؤ کہ دوسروں کے عیوب دیکھنے کا موقع ہی نہ آئے اور یوں سمجھو کہ تمہارا ذرا سا عیب جتنا تم کو نقصان پہنچائے گا، دوسرے کا بڑا عیب بھی تم کو اِس قدر نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر تمہیں اپنا عیب نظر نہ آئے تو یہ خود ایسا عیب ہے جس کے برابر کوئی عیب نہیں کیونکہ کوئی انسان عیب سے خالی نہیں ہے پس اپنے آپ کو بے عیب سمجھنا تو بڑا سخت عیب ہے اس لیے اوّل اس کا علاج کرو اور اس کے بعد جو عیب نظر آتے جائیں اُن کی تدبیر کرتے رہو اور اگر اتفاقاً اِس پر بھی کسی شخص کی غیبت ہو جائے تو اللہ سے توبہ جدا کرو اور اُس شخص کے پاس جا کر غیبت کی خطا معاف کراؤ اور اگر اُس سے نہ مل سکو تو اُس کے لیے دعائے مغفرت مانگو اور خیرات کر کے اُس کی روح کو ایصالِ ثواب کرو، غرض چونکہ تم نے غیبت کر کے اپنے مسلمان بھائی پر ظلم کیا ہے اس لیے جس طرح ممکن ہو اِس ظلم کی جلد تلافی کرو۔

(۳) تیسری آفت......فضول جھگڑا کرنا :

رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ جو مسلمان باوجود حق پر ہونے کے جھگڑے سے دستبردار ہو جائے تو اُس کے لیے جنت میں اعلیٰ محل تیار ہوگا، یہ بالکل صحیح ہے کہ برسرِ حق ہو کر خاموش ہو بیٹھنا بہت دُشوار ہے اور اسی لیے حق پر ہو کر جھگڑے سے علیحدہ ہو جانا ایمان کا کمال شمار کیا گیا ہے۔

جھگڑے اور نزاع کی حقیقت :

جان لو کسی بات پر اعتراض کرنا اور اُس کے لفظ یا معنی میں غلطی اور نقص نکالنا جھگڑا کہلاتا ہے اور اکثر یہ دو وجہ سے ہوتا ہے یعنی یا تو کبر کی بنا پر کہ اپنی بڑائی اور لسانی یا تیز زبانی کا اظہار مقصود ہوتا ہے یا دوسرے شخص کو چپ کرانے اور عاجز بنا دینے کا شوق ہو جاتا ہے اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ جو بات واقعی اور حق ہو تو اُس کو تسلیم کرے اور جتنی خلافِ واقعہ یا غلط ہو تو اُس پر سکوت اختیار کر لے البتہ اگر اس غلطی کے ظاہر کرنے میں کوئی دینی فائدہ ہو تو اُس وقت سکوت جائز نہیں ہے مگر پھر بھی اس کا ضرور خیال رکھے کہ جو کچھ بیان کرے وہ نرمی اور سہولت سے بیان کرے تکبر اور سختی کے ساتھ نہ کہے۔

(۴) چوتھی آفت.......مذاق اور دل لگی کرنا اور زیادہ ہنسنا ہنسانا :

اس سے قلب مردہ ہو جاتا ہے اور ہیبت و وقار جاتا رہتا ہے ایسا شخص لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے اور بسا اوقات دوسروں کو اِس کے ساتھ کینہ وعداوت بھی پیدا ہو جاتی ہے نورِ معرفت میں تاریکی آجاتی ہے اور تحت الثرٰی (زمین کے نیچے) پھینک دیا جاتا ہے۔

شائستہ مزاح جائز ہے :

البتہ تھوڑے مزاح (ہنسی کی بات) میں کچھ مضائقہ نہیں، خصوصاً اگر بیوی بچوں کا دل خوش کرنے کو ہو تو سنت ہے کیونکہ ایسا مزاح رسولِ مقبول ﷺ سے بھی منقول ہے مگر وہ مزاح درحقیقت واقعی بات تھی کسی قسم کا جھوٹ نہ ہوتا تھا مثلاً ایک بڑھیا سے آپ نے فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت کوئی نہ جائے گی، اس کا مطلب یہ تھا کہ جنت میں جو بھی عورت جائے گی وہ جوان ہو کر جائے گی یا مثلاً صہیبؓ لڑکے تھے اور اُنہوں نے لال پال رکھا تھا اتفاق سے مرگیا تو رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا کہ کہو جی ابوعمیر تمہارا لال کیا ہوا، اسی طرح ایک دفعہ حضرت صہیبؓ چھوہارا کھا رہے تھے اور اُن کی ایک آنکھ دُکھتی تھی تو آپ نے فرمایا صاحب آنکھ تو دکھتی ہے اور چھوہارا کھا رہے ہو ؟ اُنہوں نے مزاحاً جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ دوسری طرف سے کھا رہا ہوں یعنی جس طرف کی آنکھ دکھتی ہے اُس ڈاڑھ سے نہیں کھاتا، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کے ساتھ محض دل جوئی اور خوش طبعی کے طور پر دوڑے بھی ہیں غرض ایسے مزاح میں کچھ حرج نہیں ہے البتہ اِس کی عادت ڈالنی اچھی نہیں ہے

(۵) پانچویں آفت.......مدح کرنا :

تم نے دیکھا ہوگا کہ اکثر واعظوں اور دنیادار مسلمانوں کی عادت ہے کہ مال دار اور صاحبِ جاہ وچشم لوگوں کی تعریفیں کرتے اُن کی شان میں مدحیہ قصیدے لکھتے اور اُن کو نذرانے کے طور پر پیش کرتے ہیں حالانکہ اس میں چار خرابیاں مداح (بہت تعریف کرنے والا) کے حق میں ہیں اور دو برائیاں ممدوح (جس کی تعریف کی جائے) کے حق میں۔

مدّاح کے حق میں مدح سرائی کا نقصان :

مدح خواں کی خرابیاں تو یہ ہیں :

اوّل : ایسی باتیں بیان کی جاتی ہیں جو واقع کے خلاف ہوتی ہیں اور جن کا ممدوح میں نشان بھی نہیں ہوتا، ظاہر ہے کہ یہ صریح جھوٹ ہے جو کبیرہ گناہ ہے۔

دوم : محبت کا لمبا چوڑا اظہار کرتے ہیں حالانکہ دل میں خاک بھی محبت نہیں ہوتی اور یہ صریح ریا اور نفاق ہے جو گناہ وحرام ہے۔

سوم : اٹکل کے تیر چلائے جاتے ہیں اور جو بات یقینی طور پر معلوم نہیں تخمین وگمان (اٹکل) کی بنا پر اُن کو واقعی ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہ آپ بڑے متقی ہیں نہایت منصف ہیں حالانکہ رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی کی مدح کرنی ہو تو یوں کہا کرے کہ میرا گمان ہے کہ آپ ایسے ہیں (جب کہے کہ واقعی میں ایسا سمجھتا ہوں تو جھوٹ ہوگا) کیونکہ ظنی باتوں کو واقعی بنانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

چہارم : اگر ظالم اور فاسق کی مدح کی جاتی ہے اور وہ اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے تو فاسق کو خوش کرنے والا مداح بھی فاسد اور نافرمان ہوا، حدیث میں آیا ہے کہ فاسق کی تعریف سے اللہ تعالیٰ کا عرش کانپ اُٹھتا ہے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ فاسق کی زندگی وعمر کی زیادتی کی دعا کرنے والا شخص بھی فاسق ہے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ فسق وفجور قائم اور دنیا میں مدت تک باقی رہے، ظالم اور فاسق شخص کی مذمت کرنی چاہیے تاکہ گھبرا کر ظلم ومعصیت چھوڑ دے نہ کہ تعریف۔

مدح سرائی کا ممدوح کو نقصان :

اور ممدوح کو جو نقصان پہنچتے ہیں وہ یہ ہیں :

اوّل : یہ کہ ممدوح مغرور ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو قابلِ تعریف سمجھنے لگتا ہے حالانکہ یہ اُس کی ہلاکت وتباہی کی جڑ ہے، حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے مجمع میں اپنے دوست کی تعریف کی تو رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی۔ مطلب یہ ہے کہ اُس کے نفس میں خود پسندی اور بڑائی پیدا کر کے اُس کو ہلاک کر دیا۔

دوم : اپنی تعریف سن کر پھولتا اور اعمالِ خیر میں سُست پڑ جاتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان بھائی کو کند چھری سے ذبح کر دینا اِس سے بہتر ہے کہ اُس کے منہ پر اُس کی تعریف کی جائے کیونکہ قتل سے تو دنیا ہی کی زندگی تلف ہوگی اور اُن برے نتیجوں سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے آخرت کی باعظمت زندگی برباد ہو جائے گی، البتہ ان مضرتوں کا اندیشہ نہ ہو تو تعریف میں کچھ حرج بھی نہیں ہے بلکہ بعض اوقات مستحب اور باعثِ اجر ہے چنانچہ رسولِ مقبول ﷺ نے بعض صحابہؓ کی مدح فرمائی ہے مثلاً آپ فرماتے ہیں کہ تمام دنیا کے ایمان کو ابوبکرؓ کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکرؓ ہی کا ایمان وزنی رہے گا[۱] نیز فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطابؓ ہوتے، گویا حضرت عمرؓ میں نبوت و رسالت کی قابلیت کا اظہار فرمایا، پس چونکہ صحابہؓ میں خود پسندی اور کوتاہی عمل کا اندیشہ نہ تھا اس لیے ان میں نشاط پیدا کرنے کے لیے یہ مدح مستحب تھی کہ اُن کی طاعات میں ترقی کا وسیلہ تھی۔

مدح سے تکبر پیدا ہونے کا علاج :

اگر کسی شخص کی کوئی مدح کرے تو اُس کو چاہیے کہ اپنے اعمال اور خطرات و وساوس کا دھیان کرے اور سوچے کہ اللہ جانے میرا انجام کس حالت پر ہونا ہے واقعی یہ خوبیاں جو یہ شخص بیان کر رہا ہے اگر مجھ میں موجود بھی ہیں تو بھی ان کا کیا اعتبار، نیز اپنی باطنی بیماریوں اور عیوب پر نظر کرے اور خیال کرے یہ پوشیدہ عیب ایسے ہیں کہ اگر اس مداح کو معلوم ہو جائیں تو میری مدح کبھی نہ کرے۔

غرض مسلمان کو چاہیے کہ اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہو بلکہ اُس کو دل سے مکروہ سمجھے، اسی کی جانب رسولِ مقبول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ مداح کے منہ میں مٹی بھر دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی جب مدح ہوتی تھی تو یوں دعا مانگتے تھے کہ بار الٰہی میرے جو گناہ انہیں معلوم نہیں وہ بخش دیجئے اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اُس کا مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور مجھے اِن کے گمانوں سے بہتر بنا دیجئے میں جیسا ہوں آپ ہی خوب جانتے ہیں یہ نہیں جانتے۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

---

[۱] انبیا کے علاوہ، کیونکہ ہر نبی کا ایمان تمام ولیوں سے زیادہ وزنی ہے۔

قسط : ۴

دل کی حفاظت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، انڈیا ﴾

چوتھی فصل......مہمان نوازی :

جود وسخا کی صفت کا سب سے زیادہ مظاہرہ ضیافت اور مہمان نوازی کی صورت میں ہوتا ہے اسی بنا پر شریعت میں مہمان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی ہے بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا : مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ . [1]
"جسے اللہ اور آخرت پر یقین ہو اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔"

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کس عمل کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اُن کی کھانا کھلانے کی صفت کی وجہ سے انہیں مقامِ خُلَّتْ پر فائز کیا گیا۔ [2]

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنے بڑے مہمان نواز تھے کہ ان کا لقب ہی اَبُو الضِّيْفَانْ (مہمانوں کا باپ) پڑ گیا تھا۔آپ کے دولت خانے کے چار دروازے تھے تاکہ کسی اجنبی شخص کو آنے میں دشواری نہ ہو۔ اور حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان کی تلاش میں بسا اوقات ایک ایک دو دو میل چلے جاتے تھے کہ انہیں ساتھ بٹھا کر دوپہر یا رات کا کھانا کھلائیں۔ [3]

حضرت مجاہدؒ آیت قرآنی ﴿ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معمول تھا کہ وہ مہمان کی خدمت خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے نیز اُن کے ساتھ نہایت بشاشت اور خوش روئی سے پیش آتے تھے۔ [4]

---

[1] بخاری شریف ج۲ ص۸۸۹ [2] الترغیب الترہیب ص۹۴ [3] ایضاً ص۹۴ [4] ایضاً ص۹۴

آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہؓ کی مہمان نوازی :

ہمارے آقا جناب رسول اللہ ﷺ اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز تھے اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم تو گویا آپ کے مستقل مہمان تھے ہی، ویسے بھی مدینہ میں جو وفود آتے وہ سب آپ کے مہمان رہتے تھے کبھی متعدد مہمان آجاتے تو آپ اپنے گھروں میں معلوم کراتے جہاں سے بھی کھانے کا نظم ہو جاتا مہمان کو پیش کیا جاتا اور اگر ازواجِ مطہراتؓ میں سے کسی گھر میں بھی انتظام نہ ہو پاتا تو آپ ان مہمانوں کو اپنے جاںنثار صحابہ میں تقسیم فرما دیتے اور جس صحابی کو بھی یہ سعادت ملتی وہ اس کا حتی الامکان پوری بشاشت اور خوش دلی سے حق ادا کرتا۔

ایک مرتبہ اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ایک شخص آپ کے یہاں مہمان ہوا آپ نے ازواجِ مطہراتؓ کے گھروں میں کھانے کو معلوم کرایا تو اتفاق سے کسی کے یہاں انتظام نہ تھا تو آپ نے مجلس میں موجود صحابہؓ سے فرمایا کہ میرے اس مہمان کی کون میزبانی کرے گا ؟ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ سعادت میں حاصل کروں گا چنانچہ اس مہمان کو لے کر حضرت ابوطلحہؓ گھر پہنچے اور اپنی پاک طینت اہلیہ حضرت اُم سلیمؓ سے پوچھا کہ کھانے کا کیا انتظام ہے ؟ انہوں نے جواب دیا بس ہمارے اور بچوں کے بقدر انتظام ہے، حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب دسترخوان بچھاؤ تو چراغ بجھا دینا اور مہمان کے ساتھ میں بیٹھ جاؤں گا اور یہ احساس دلاؤں گا کہ میں بھی کھا رہا ہوں تاکہ مہمان کو ناگواری نہ ہو چنانچہ اہلیہ نے ایسا ہی کیا اپنا سارا کھانا ان دونوں نے مہمان کو کھلا دیا اور خود حالانکہ دن میں روزے سے تھے بھوکے ہی سو گئے، صبح جب نمازِ فجر میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: ابوطلحہ رات تمہارا اپنے مہمان کے ساتھ معاملہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کو بڑا پسند آیا اور اللہ تعالیٰ نے تم دونوں میاں بیوی کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ [۱] ''اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اُوپر فاقہ۔ [۲]

---

[۱] سُورۃ الحشر ۹ [۲] بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۵

یہ ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ حضراتِ صحابہ کا عام معمول اکرامِ ضیف کا تھا جس کی تفصیلات صحابہؓ کی سیرت میں موجود ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مہمان کے ساتھ معاملہ :

رجاء بن حیوۃ نے ایک مرتبہ خلیفہ عادل امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عبدالعزیز سے کہا کہ میں نے تمہارے والد محترم سے زیادہ کامل عقل والا شخص نہیں دیکھا ایک رات میں اُن کا مہمان ہوا ابھی ہم لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ چراغ بجھ گیا ہمارے قریب ایک خادم سو رہا تھا میں نے عرض کیا کہ اس خادم کو جگا دیجئے وہ چراغ جلا لائے گا تو حضرت نے فرمایا نہیں وہ سو گیا ہے پھر میں نے عرض کیا کہ اچھا تو میں جا کر اس کو درست کر لاؤں تو آپ نے فرمایا کہ اپنے مہمان سے خدمت لینا شرافت اور مروت کے خلاف ہے پھر آپ خود اُٹھے اور چراغ کی بتی درست کی اور اس میں تیل ڈال کر جلا لائے پھر فرمایا کہ میں جب گیا تھا تو بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور آیا تو بھی عمر بن عبدالعزیز ہی رہا یعنی اس چراغ جلانے سے میری حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ [1]

معلوم ہوا کہ مہمان کسی بھی درجہ کا ہو اُس کا اکرام یہ ہے کہ میزبان اُس سے کوئی کام نہ لے بلکہ ہر ممکن طریقہ پر اُسے راحت پہنچانے کی کوشش کرے۔

ابن اعوانؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حسن بصریؒ اور حضرت محمد بن سیرینؒ کے دولت خانہ پر قیام کا اتفاق ہوا تو یہ دونوں حضرات خود کھڑے ہو کر میرے لیے بستر بچھواتے تھے اور حضرت حسن بصریؒ کو تو میں نے اپنے دستِ مبارک سے بستر جھاڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ [2]

مہمان کے حقوق :

مہمان کے حقوق کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے چند جامع باتیں ارشاد فرمائیں ہیں آپ فرماتے ہیں کہ مہمان کے حقوق درجِ ذیل ہیں :

(۱) آمد کے وقت بشاشت ظاہر کرنا اور جانے کے وقت کم از کم دروازہ تک مشایعت کرنا۔

---

[1] شعب الایمان ج ۷ ص ۱۰۲ [2] شعب الایمان ج ص ۷ ص ۱۰۲

(۲) اُس کے معمولات وضروریات کا انتظام کرنا جس سے اُس کو راحت پہنچے۔

(۳) تواضع وتکریم ومدارات کے ساتھ پیش آنا بلکہ اپنے ہاتھ سے اُن کی خدمت کرنا۔

(۴) کم از کم ایک روز اُس کے لیے کھانے میں کسی قدر متوسط درجہ کا تکلف کرنا مگر اُتنا ہی کہ جس میں نہ اپنے کو تردّد ہو نہ اُس کو حجاب ہو اور کم از کم تین روز تک اس کی مہمان داری کرنا۔ اتنا تو اس کا حق ضروری ہے اِس کے بعد جس قدر وہ ٹھہرے میزبان کی طرف سے احسان ہے مگر خود مہمان ہی کو مناسب ہے کہ اس کو تنگ نہ کرے، نہ زیادہ ٹھہر کر، نہ بے جا فرمائش کر کے، نہ اس کی تجویزِ طعام ونشست وخدمت میں دخل دے۔[1]

یہ آداب احادیث سے ثابت ہیں ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا ایمان اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ہو تو وہ اپنے مہمان کا اکرام جائزہ (انعام) سے کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ جائزہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا ایک دن رات (کا پُر تکلف اہتمام) اور مہمانی تین دن ہے اور جو اِس سے زیادہ کھلائے گا وہ اُس پر صدقہ شمار ہوگا اور کسی شخص کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی کے یہاں اتنے دن ٹھہرے کہ اُسے گنہگار کردے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یہ گنہگار کرنے کا کیا مطلب ؟ آپ نے فرمایا یعنی مہمان ٹھہرا رہے اور میزبان کے پاس کھلانے کو کچھ نہ ہو (جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یا تو وہ بداخلاقی پر مجبور ہوگا یا اُسے کھلانے کے لیے سخت کلفت اور مشقت جھیلنی ہوگی)۔[2]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مہمان کی مدارات اگرچہ میزبان کی اخلاقی اور دینی ذمہ داری ہے لیکن مہمان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے طرزِ عمل سے میزبان کو اَذیت میں مبتلا نہ کرے۔

مہمان کی ذمہ داری :

آج کل جہاں مہمان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی عام ہے وہیں مہمان کی طرف سے میزبان کی راحت وسہولت کے لیے جو ذمہ داری ادا ہونی چاہیے اُس میں بھی بہت زیادہ لاپرواہی برتی

---

[1] رسالہ حقوق الاسلام در اِصلاحی نصاب ص ۴۳۸ [2] مسلم شریف بحوالہ شعب الایمان ج ۷ ص ۹۰

جارہی ہے اس سلسلہ میں چند باتوں کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

(۱) میزبان کو اپنی آمد کی اطلاع پیشگی دے دی جائے اور اگر کسی وجہ سے پروگرام ملتوی ہو تو اس کی بھی اطلاع ضرور دی جائے۔

(۲) اگر پہلے سے اطلاع نہ ہو تو کوشش کی جائے کہ بے وقت (مثلاً عین طعام یا آرام کے وقت) میزبان کے یہاں نہ پہنچے (اِلا یہ کہ یہ یقینِ کامل ہو کہ میزبان اِس وقت اچانک آنے سے ناگواری محسوس نہ کرے گا)۔

(۳) اگر میزبان کے یہاں کھانا کھانے کا ارادہ نہ ہو تو جاتے ہی اُس کو مطلع کردیں تاکہ وہ کھانے کے انتظام میں نہ لگے۔

(۴) اگر کم مرچ یا پرہیزی کھانے کا معمول ہو تو پہلے سے یا جاتے ہی میزبان کو مطلع کردیں کیونکہ کھانا آجانے کے بعد اِس کے اظہار سے میزبان کو تکلیف ہوگی۔

(۵) مہمان کو چاہیے کہ میزبان کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کی دعوت قبول نہ کرے

(۶) اور اگر اپنے کسی کام سے کسی جگہ جانا ہو تو میزبان کو بتا کر جائے تاکہ میزبان کھانے کے وقت پریشان نہ ہو۔

(۷) بہتر ہے کہ اپنے واپسی کے پروگرام سے میزبان کو مطلع کردے تاکہ میزبان کی مصروفیات میں بھی کوئی خلل واقع نہ ہو۔

(۸) میزبان اپنی وسعت کے مطابق جو چیز بھی ضیافت میں بروقت پیش کرے مہمان کو چاہیے کہ اُسے خوش دلی سے قبول کرے، اس پر چیں بہ جبیں نہ ہو اور نہ میزبان سے فرمائشیں کرے (اِلا یہ کہ میزبان بے تکلف ہو اور اُس کے حالات اِس کی اجازت دیں تو بات الگ ہے)۔

اس طرح کے آداب کا منشا اصل میں یہ ہے کہ جس طرح میزبان پر مہمان کی راحت رسانی کی ذمہ داری ہے اسی طرح مہمان پر بھی لازم ہے کہ وہ میزبان کی راحت کا خیال کرے اور اس کو تکلیف نہ پہنچائے۔

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ رات میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے ملاقات کے لیے تھانہ بھون پہنچے، دیر ہونے کی وجہ سے خانقاہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا چنانچہ حضرت مدنی ؒ نے یہ سوچ کر کہ اِس وقت دروازہ کھلنے کا قانون نہیں ہے اور دستک دینے سے حضرت تھانویؒ کے آرام میں خلل ہوگا اس لیے آپ نے حضرت تھانویؒ کے دولت کدہ کے سامنے اپنا بستر بچھا لیا اور رات بھر وہیں قیام فرمایا صبح جب حسبِ معمول حضرت تھانویؒ باہر تشریف لائے تو ملاقات کا شرف حاصل کیا، باہر رات گزارنے پر حضرت تھانویؒ نے بھی افسوس کا اظہار فرمایا الخ۔

اسی طرح خواتین جب کسی جگہ جائیں تو اس کا خاص خیال رکھیں کہ ان کی وجہ سے میزبان گھرانہ کے مردوں کو تکلیف نہ ہو، آج کل رہائشی مکانات تنگ ہوتے ہیں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دیگر عورتیں گھر میں ملنے آجاتی ہیں اور ان کی گفتگو اتنی طویل ہو جاتی ہے کہ گھر کے مردوں کو باہر وقت گزاری کرنی پڑتی ہے جو سخت کلفت کا باعث ہوتا ہے، اسی طرح کبھی عین دوپہر میں آرام کے وقت دوسرے گھر پہنچ جاتی ہیں جس سے سارے گھر والے پریشان ہوجاتے ہیں وہ اگرچہ اپنی شرافت یا حسنِ اخلاق کی وجہ سے زبان سے کچھ نہیں کہتے لیکن ایسے موقع پر آدمی کو خود اپنے بارے میں سوچنا چاہیے کہ اگر ہمارے ساتھ بھی ایسا معاملہ ہو تو ہمیں کیسا لگے گا ؟

الغرض ایک دوسرے کی راحت رسانی کا جذبہ ہر وقت ہر مسلمان کے پیشِ نظر رہنا چاہیے ایمان کا تقاضا یہی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان حقوق کی ادئیگی کی کامل توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(جاری ہے)

قسط : ۳

فضائلِ مسجد

حضرت مولانا صدرالدین صاحب انصاری ، انڈیا
تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

(۴) مسجد جانے کا اہتمام :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّا اللّٰہُ لَہٗ نُزُلَہٗ مِنَ الْجَنَّةِ کُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ .[۱]

''حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام مسجد میں جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے صبح وشام جنت میں مہمانی کا سامان کرتا ہے۔''

جو شخص اللہ کے ذکر کے لیے مسجد میں جائے وہ اللہ کا مہمان ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مہمان کی ضیافت ہر ممکن طریقے پر کی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مہمان کی عزت واحترام کرنے اور اُس کی ضیافت کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُس کو مہمان کی بہت عزت واحترام کرنا چاہیے۔ اب سوچیے کہ جو شخص اللہ کا مہمان ہو جائے یعنی ایسی ذاتِ برحق کا مہمان جس کے یہاں کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے تو اُس کو کیا کیا نعمتیں نہ ملیں گی، اللہ کے مہمان کی ضیافت میں تو دین ودنیا کی سب سے بڑی نعمت یعنی مغفرت اُس کو مل جاتی ہے۔

حضرت ابو درداءؓ کی حدیث میں ہے کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو جاتا ہے وہ اللہ کا مہمان بن جاتا ہے اور اُس کی مہمانی مغفرت ہے اور اُس کو جو ہدیہ پیش کیا جاتا ہے وہ اُس کی تعظیم وتکریم ہے یہاں ایک بہت عمدہ بات سمجھ میں آئی ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ (باقی صفحہ ۵۹)

[۱] مشکوۃ شریف کتاب الصلاۃ رقم الحدیث ۶۹۸

جب انسان پر علم کا اثر آجاتا ہے تو قارون کے خزانے بھی ہیچ نظر آتے ہیں

﴿ مولانا قاضی محمد یعقوب صاحب اعوان کشمیریؒ، سابق ناظم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

خدا تعالیٰ نے علماء کو بہت اُونچا اور بلند مقام عطا فرمایا ہے اس کا اظہار قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر کیا گیا ہے مثلاً ﴿ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ ﴾ ﴿ وَمَا یَعْقِلُھَا اِلاَّ الْعَالِمُوْنَ﴾ ﴿قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾

یہ تمام آیات علماء ہی کی فضیلت بیان کر رہی ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو علم ہی کی دولت سے مالا مال فرما کر نوریوں پر انہیں فوقیت بخشی جنابِ سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی علماء کی بہت تعریف فرمائی ہے ایک حدیث شریف میں ہے :

مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ فِیْہِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ طَرِیْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَھَا رِضًا لِّطَالِبِ الْعِلمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالْحِیْتَانُ فِیْ جَوْفِ الْمَآءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَلَا دِرْھَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ.[۱]

''جو شخص طلبِ علم کے لیے راہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو جنت کے راستوں میں سے کسی راستہ پر چلا دیتا ہے اور ملائکہ طالبِ علم کی خوشنودی چاہنے کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لیے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور مچھلیاں پانی کے وسط میں (یہ سب ہی) مغفرت چاہتے ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت چاندنی رات میں باقی ستاروں پر ہوتی ہے اور علماء انبیاءِ کرام کے وارث ہوتے ہیں اور انبیاءِ کرام نے دینار و درہم وراثت میں نہیں

[۱] مشکوۃ شریف کتاب العلم رقم الحدیث ۲۱۲

چھوڑے (بلکہ) علم (دین) وراثت میں چھوڑا ہے جو اِسے حاصل کرے اُس نے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔''

ایک اور حدیث شریف میں ہے مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ [1] یعنی اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بہتری کا ارادہ فرماتے ہیں اُسے دین کی گہری سمجھ عنایت فرما دیتے ہیں۔

ایک اور ارشاد ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ یعنی میری اُمت کے علماء انبیاءِ بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔

اسی طرح اور بہت سی ایسی احادیث آنحضرت ﷺ سے مروی ہیں جو علماء کی بلندی مرتبت اور عظمت و رفعت کو ظاہر کرتی ہیں۔

مختصر یہ کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ہاں علماء کا مرتبہ بہت اُونچا ہے ملائکہ بھی عالم کا غایت درجہ احترام اور تعظیم کرتے ہیں خدا کی دوسری مخلوق بھی اس کے لیے استغفار کرتی ہے اور اس کا اکرام کرتی ہے مگر یہ اُونچا مقام اور بلند مرتبہ اُس عالمِ دین کا ہے جو اپنے علم پر عمل کرے جس پر علم کا اثر آجائے کیونکہ بے عمل عالم خدا کو پسند نہیں جس پر علم کا اثر نہ آیا ہو وہ بلند مرتبہ پانے کے بجائے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نظروں میں گر جاتا ہے اُس کے لیے وہ علم مضر اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ علم کا اثر جب آدمی پر آتا ہے تو جرأت و شجاعت، حلم و سخاوت، صبر و ہمت، رعب و تمکنت، زہد و تقوی، شوق عبادت و ریاضت اور توکل و اِستغناء ایسی صفات اُس میں پیدا ہو جاتی ہیں، علم کا اثر آجانے کے بعد وہ قارون کے خزانوں کو بھی لات مار دیتا ہے۔ قرآنِ کریم کے بیسویں پارہ میں قارون کا واقعہ مذکورہ ہے فرماتے ہیں :

﴿ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴾ [2]

---

[1] بخاری شریف کتاب العلم رقم الحدیث ۷۱ [2] سُورۃ القصص : ۷۶

''بیشک قارون موسٰی کی قوم میں سے تھا پھر اُن سے اکڑنے لگا اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ اُس کی کنجیاں چند زور آور مرد بمشکل اُٹھاتے تھے (قارون کے اکڑنے پر) جب اُس کو اُس کی قوم نے کہا ''اِترا مت'' کیونکہ اللہ کو اِترانے والے نہیں بھاتے۔''

﴿وَابْتَغِ فِیْ مَا اٰتَاکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ [1]

''اور جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اُس سے عالمِ آخرت کی بھی جستجو کر اور دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر (یعنی خود کھا پی بھی اور اللہ کی راہ میں خرچ بھی کر) اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی تجھ سے اور رُوئے زمین پر فساد مت پھیلا بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' آگے ارشاد فرمایا :

﴿ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ فِیْ زِیْنَتِہٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّہٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ٥ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ لَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴾ [2]

''پھر (ایک روز) وہ نکلا اپنی قوم کے سامنے ٹھاٹھ سے تو دنیا کی زندگی کے طالب کہنے لگے کاش ! ہم کو بھی ویسا ہی (ساز و سامان) ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے بیشک اُس کی بڑی قسمت ہے۔ اور علم والوں نے کہا کم بختو! اللہ کا ثواب بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لایا اور نیک عمل کیا اور یہ نہیں ملتا مگر صبر کرنے والوں کو۔''

مطلب یہ ہے کہ جب قارون لباسِ فاخرہ پہن کر شان و شوکت اور طمطراق سے جلوس لے کر قوم کے سامنے آیا تو دو طرح کے تأثر پیدا ہوئے۔ قوم میں سے اُن لوگوں نے جو دنیا کی زیب و زینت

---

[1] سُورة القصص : ۷۷ [2] سُورة القصص : ۷۹، ۸۰

اور تجمل و آرائش پر فریفتہ تھے کہا کہ قارون بڑا صاحبِ اقبال اور قسمت والا ہے مگر اہلِ علم (جن پر علم کا اثر تھا) (ان طالبانِ دنیا) سے کہنے لگے کہ بدبختو ! دنیا پر کیوں مرے جا رہے ہو دنیاوی ساز و سامان کی طرف کیوں راغب ہو، فانی مال و دولت کی تمنا کیوں کرتے ہو اگر تمنا کرتے ہو تو آخرت کے خزانوں کی کرو جو ہمیشہ پاس رہنے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ علم انسان کو بے نیازی کی دولت سے بہرہ ور کرتا ہے اُن علماء کی نظر جن پر علم کا اثر آجاتا ہے صرف آخرت کے خزانوں پر ہوتی ہے جو پائیدار ہوتے ہیں جاہل کو دنیا کی معمولی سی معمولی چیز بھی مرغوب ہوتی ہے مگر عالم قیمتی سے قیمتی چیز کو بھی خاطر میں نہیں لاتا وہ خوددار ہوتا ہے اللہ کے عطا کردہ مراتب اور شان کی قدر کرتا ہے، اُمراء اور حکماء کے دروازوں پر جا کر اپنی اور اپنے علم کی بے قدری نہیں کرتا وہ اپنی مخدومیت کو (جو خدا نے اسے بخشی ہے) برقرار رکھتا ہے وہ خود کو اللہ کے رسول کا نائب سمجھتا ہے اس لیے وہ کبھی وقار کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اُسے اپنے عہدہ کا لحاظ رہتا ہے وہ کسی کے آگے دستِ سوال دراز کر کے اپنے عہدے کی توہین نہیں کرتا، یہ تکبر و غرور اور نخوت نہیں بلکہ خودداری، استغناء اور صبر ہے۔ ہاں وہ بد بخت عالم جس پر علم کا اثر نہ آیا ہو وہ ﴿ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ﴾ [1] کے قبیل سے ہوتا ہے وہ اپنے علم سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتا وہ ہمیشہ بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے دنیاوی ساز و سامان کو للچاتی نظروں سے دیکھتا ہے اور ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہے گویا جس عالم پر علم کا اثر نہ آیا ہو گا اُس میں خودداری، توکل، صبر و ہمت اور جرأت و شجاعت جیسی صفات کا فقدان ہو گا۔

حضرت شیخ التفسیرؒ کے جاننے والے جانتے ہیں کہ آپ بہت بڑے عالم اور باعمل تھے آپ پر علم کا اثر آ گیا تھا آپ علمی و عملی دونوں حیثیتوں سے محتاجِ تعارف نہیں۔ بقول فاضلِ دیوبند حضرت مولانا کریم اللہ صاحب مدظلہم [2] صدر مدرس جامعہ مدنیہ، کہ ہم جیسے تو حضرت شیخ التفسیرؒ کا علمی مقام معلوم بھی نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا ہم تو مولانا کے عقیدت مند ہیں مولانا کے علم کے تو وہ لوگ بھی

---

[1] سُورة الجمعه : ۵ [2] سن وفات : ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

معترف ہیں جو عقیدت مند نہیں مگر انصاف اُن میں موجود ہے اور فرمایا یہ صحیح ہے کہ مولانا نے شمس بازغہ، قاضی، خیالی وغیرہ کتابیں پڑھانے کا مشغلہ اختیار نہیں کیا مگر اس سے یہ سمجھ نہیں آتا کہ مولاناؒ پڑھا بھی نہیں سکتے تھے وہ چونکہ قرآن کے سمجھنے اور سمجھانے کو بڑی سعادت سمجھتے تھے اس لیے اپنی زندگی اسی کام کے لیے وقف کی تھی۔ شمس بازغہ، قاضی وغیرہ پر تو ہر جگہ زور دیا جاتا ہے اکثر مدارسِ اسلامیہ میں ان پر پوری توجہ دی جاتی ہے مگر قرآنِ حکیم پر جس قدر توجہ دینی چاہیے اُتنی نہیں دی جاتی اس لیے حضرت مولاناؒ کلامِ الٰہی کی تعلیم و تعلّم پر بہت زور دیتے تھے [۱] اور فرمایا کہ حضرت مولاناؒ نا صرف بہت بڑے عالم تھے بلکہ علم دوست بھی تھے علماء کی بہت قدر فرماتے تھے میں نے بڑے بڑے امیروں اور رئیسوں سے کبھی ان کو معانقہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہاں معمولی سے معمولی طالب علم کے ساتھ کئی بار معانقہ فرماتے دیکھا ہے آپ نے اپنی صاحبزادیوں کا رشتہ بھی غریب طلباء و علماء کے ساتھ کیا حالانکہ اگر چاہتے تو نوابوں اور رئیسوں سے رشتہ کر سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا حضرت کے اس کارنامہ کی نظیر نہیں ملتی (واضح رہے کہ حضرتؒ نے ابتداء میں فلسفہ و منطق وغیرہ بھی پڑھائی ہے)۔

جانشینِ شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ صاحب انور نے فرمایا کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سلم العلوم اور دیگر بہت سی فنون کی کتابوں کے متن حفظ تھے آپ صرف و نحو، فلسفہ و منطق میں ماہر تھے پاک و ہند کے مقتدر علماء و مشائخ حضرت مولانا سیّد انور شاہ نور اللہ مرقدہٗ، مفتیٔ اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب قدس سرہٗ، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بہت سے اکابر آپ کے علم و عمل کے معترف اور مداح رہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ حال تھا کہ فاضلینِ دارُالعلوم دیوبند کو رُخصت کرتے

---

[۱] ایسا نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے قرآن و حدیث کی تعلیم ہر مسجد و مدرسہ میں اوّل و آخر دی جاتی ہے اور ہر طالب علم کو دی جاتی ہے جبکہ مذکورہ بالا فنی کتابیں ہر طالب علم کو نہیں بلکہ کسی کسی کو پڑھائی جاتی ہیں اور وہ بھی صرف اس لیے کہ یہ قرآن و حدیث کو سمجھنے میں مددگار ہوتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب حضرت مولانا کریم اللہ خان صاحبؒ کی بات پوری طرح نہیں سمجھ پائے۔ واللہ اعلم۔ ڈاکٹر محمد امجد غفرلہٗ

وقت یہ مشورہ دیتے کہ اب قرآنِ کریم کے اسرار ورموز اور شریعت کی مصلحتوں سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے ولی ٔ کامل حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوتلمذ طے کرو۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست !

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ !

پاکستان کے نامور علماء، تفسیر کی گتھیاں آپ سے سلجھاتے افغانستان، مشرقِ پاکستان، برما اور دوسرے دُور دراز علاقوں کے فضلاء آپ کے پاس آکر علم وعرفان کی دولت سے بہرہ ور ہوتے۔ آپ نے زندگی میں بہت سے علمی تبلیغی چارٹ ورسائل شائع فرما کر دینِ حق کی تبلیغ وترویج کا فریضہ انجام دیا، قرآنِ پاک کی عام فہم تفسیر لکھ کر علماء اور عوام پر آپ نے بہت بڑا احسان فرمایا غرض کہ آپ اپنے دور کے مشاہیر ومقتدر علماء میں سے ایک تھے۔ حضرت شیخ التفسیرؒ سے متعارف حضرات یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ متقی و پرہیزگار، جرأت وشجاعت کے پیکر اور صبر وہمت کے مجسمہ تھے کیونکہ آپ پر علم کا اثر آگیا تھا، آپ کا علم نافع تھا اپنے علم سے آپ نے فائدہ اُٹھایا اپنے عہدہ (نیابتِ رسول اللہ ﷺ) کی کبھی بے قدری نہ کی، آپ دوسروں کے مال ودولت پر کبھی للچاتی نظر نہ ڈالتے، آپ کو خدا نے اُس غناء سے بھرپور دل بخشا تھا جو مدت العمر دنیا کے ساز و سامان کی طرف راغب نہ ہوا حقیقت میں غناء کہتے بھی اسی کو ہیں کہ انسان میں حرص نہ ہو، بے صبری نہ ہو خواہ مال پاس ہو یا نہ ہو ؎

غنی اُس کو نہ سمجھو جس کے گھر میں نُقرہ و زر ہو

غنی اُس شخص کو کہتے ہیں جو دل کا تونگر ہو

آپ کو اللہ پر کامل توکل تھا خود کو غیر اللہ کا محتاج نہیں سمجھتے تھے اس لیے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرتے۔ ایک بار جب کچھ آدمیوں نے (جو آپ کے شاگرد تھے) آپ کے فاقوں اور مشکلات سے آگاہ ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ ہر ماہ حضرت کے گھر اس قدر سامان خورد ونوش باقاعدگی سے

پہنچانا چاہیے تو آپ نے اُنہیں ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور فرمایا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو میرے توکل میں فرق آجائے گا اور میں اللہ پر توکل کرنے کے بجائے یہ سوچتا رہوں گا کہ کب فلاں تاریخ آئے گی اور میرے آدمی میرے پاس سامان لائیں گے۔

آپ پیکر غیرت تھے، فرماتے جن امیروں اور حکمرانوں کو خدا کے گھر (مسجد) میں آتے ہوئے شرم آتی ہے اور اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں، احمد علی اُن کی کوٹھیوں اور بلڈنگوں میں جانے کو اپنی جوتیوں کی توہین سمجھتا ہے۔ آپ اپنی صفتِ استغناء کی بدولت متکبر اُمراء اور جابر حکمرانوں کے غرور کو خاک میں ملا دیتے، کسی کی دولت یا حکومت آپ کو مرعوب نہیں کرسکتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے اور ہم سب سے دین کی خدمت لے کر اپنی رضا سے نوازے، آمین۔

بقیہ : فضائلِ مسجد

کسی مسجد میں اذان ہونے کے بعد بغیر عذرِ شرعی کے نکلنا مکروہ ہے ظاہر ہے کہ جب آدمی مہمان ہوگیا اور اذان ہونے کے بعد اللہ کی طرف سے انواع واقسام کی نعمتوں کے خواں لے کر فرشتے اُترنے لگے تو مسجد کو چھوڑ کر جانے والا گویا دسترخوان چھوڑ کر جا رہا ہے اور دسترخوان چھوڑ کر جانے والا مہمان تو اِس دنیا میں بھی بد اخلاق سمجھا جاتا ہے میزبان کو اِس سے گرانی ہوتی ہے پھر اللہ جل شانہٗ کا دسترخوان چھوڑ دینا تو بہت ہی نامناسب ہے ہاں کسی ضرورت سے جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (جاری ہے)

مکتبہ جبریل اور اس کی خدمات کا اجمالی تعارف

﴿ مولانا محمد ذیشان صاحب چشتی، فاضل جامعہ مدنیہ جدید ﴾

مکتبہ جبریل ایک فلاحی، علمی، تحقیقی ادارہ ہے جو ہر طرح کے تعصّبات سے بالا شب و روز اپنی خدمات کے ذریعے ملک و ملت کی خدمت میں مصروف ہے جس کی بدولت علم و تحقیق سے وابستہ لوگ اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

مشن :

مصنفین اور ناشرین کے تعاون سے مستند علمی مواد کو ڈیجیٹائز کرنا یعنی کمپیوٹر، موبائل اور انٹرنیٹ کے لیے تیار کرنا تاکہ علمی اور تحقیقی کام میں طالب علموں اور محققین کو آسانی ہو سکے۔

فلاحی اور غیر تجارتی ادارہ :

مکتبہ جبریل اپنی تمام خدمات صارفین کو بلا معاوضہ پیش کرتا ہے اور اپنی جملہ ضروریات اہلِ خیر حضرات کے تعاون سے پوری کرتا ہے۔

مرکزی دفتر :

مکتبہ جبریل کا مرکزی دفتر الحامد کمپیوٹر لیب جامعہ مدنیہ جدید میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم کے زیرِ پرستی کام کر رہا ہے جہاں دفتری اوقات میں علمی مواد اور کتب کی تیاری کا عمل باقاعدگی سے جاری ہے۔

ذیلی شاخیں :

ملک کے تمام بڑے شہروں میں مکتبہ جبریل کے رضا کار موجود ہیں جو ڈیٹا کی فراہمی اور لوڈ کرنے کا کام بلا معاوضہ سرانجام دیتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک میں بھی فائدہ اُٹھانے والے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہوئے یہی خدمت رضا کارانہ طور پر انجام دیتے ہیں۔

نمائندہ ویب سائٹ :

مکتبہ جبریل کی ایک نمائندہ ویب سائٹ بھی موجود ہے جس کا یو آر ایل درجِ ذیل ہے :

www.elmedeen.com

اس ویب سائٹ پر تیار ہونے والی کتب اور مواد کو باقاعدگی کے ساتھ اپ ڈیٹ کیا جاتا ہے جس سے ماہانہ لاکھوں عوام و خواص پوری دنیا سے بلامعاوضہ استفادہ کرتے ہیں۔

کتابوں کی آن لائن ٹائپنگ کا منفرد نظام :

اس نمائندہ ویب سائٹ پر ایک آن لائن ٹائپنگ کا نظام بھی بنا ہوا ہے جہاں مختلف علمی کتابیں ٹائپنگ کے لیے پیش کی جاتی ہیں اور مختلف جگہوں سے رضا کار اپنے اپنے اوقات میں ان کتابوں کی ٹائپنگ میں حصہ لیتے ہیں، اس نظام کے تحت ہزاروں صفحات ٹائپ کیے جا چکے ہیں، اس وقت ویب سائٹ پر رجسٹرڈ رضا کاروں کی تعداد 919 ہے جن کتابوں کی ٹائپنگ مکمل ہو جاتی ہے اُن کی ڈیجیٹل اشاعت عمل میں لائی جاتی ہے۔

مکتبہ جبریل سوفٹ ویئر برائے کمپیوٹر و موبائل :

ویب سائٹ کے علاوہ کمپیوٹر کے لیے سوفٹ ویئر اور موبائل کے لیے ایپ بھی بنی ہوئی ہے، یہ دونوں بھی مکتبہ جبریل کے نام سے ہر خاص و عام کے لیے بلا معاوضہ ویب سائٹ پر ڈاؤن لوڈ پر موجود ہیں جس سے ہزاروں کی تعداد میں طالب علم اور محققین استفادہ کرتے ہیں، ویب سائٹ اور ان سوفٹ ویئرز کے ذریعے لاکھوں صفحات جاری کیے جا چکے ہیں۔

مصنفین اور ناشرین کا تعاون اور تائید :

مکتبہ جبریل کو مصنفین اور ناشرین کتب کا خصوصی تعاون اور تائید حاصل ہے، یہ لوگ اپنی کتابیں ڈیجیٹل شکل میں مکتبہ جبریل کو دیتے ہیں اور مکتبہ جبریل ان کو مختلف فنی مراحل سے گزار کر مطالعہ اور علمی تحقیق کے قابل بناتا ہے۔

آ گاہی اور تربیت کا نظام :

علمی مواد کی تیاری کے ساتھ ساتھ مکتبہ جبریل مختلف تعلیمی اداروں ، جامعات میں ٹریننگ ورکشاپ بھی کرواتا ہے جس میں مکتبہ جبریل سوفٹ ویئرز کا تعارف اور اس سے کام لینے کے بارے میں تربیت دی جاتی ہے۔

ڈیٹا کے حصول اور انسٹالیشن کے لیے عوام وخواص کا رجوع :

مکتبہ جبریل کے آفس میں مختلف شہروں اور جگہوں سے طالب علم اور محققین اپنے کمپیوٹرز اور موبائل لے کر آتے ہیں اور ان میں بلا معاوضہ مکتبہ جبریل انسٹال اور لوڈ کرواتے ہیں، اس کے علاوہ علمی ڈیٹا بذریعہ ٹی سی ایس ملک کے مختلف علاقوں میں طلب کرنے پر بھجوایا جاتا ہے۔

خدمات کی وسعت :

مکتبہ جبریل اپنے یوٹیوب چینل، فیس بک پیج ،ٹوئیٹر اکاؤنٹ، ویب سائٹ، وٹس ایپ اور ٹیلی گرام چینل پر مختلف آرٹیکل اور ٹریننگ ویڈیوز جاری کرتا ہے تاکہ عوام وخواص ان کو دیکھ کر دنیا میں کہیں بھی رہتے ہوئے ان علمی سوفٹ ویئرز کی تربیت حاصل کر سکیں۔

مکتبہ جبریل کے مستقبل کے چند اہم منصوبے :

☆ کتابوں کی ڈیجیٹل لائبریری کے طرح صوتیات/آڈیوز کی ڈیجیٹل لائبریری تعمیر کرنا ہے

☆ مختلف تعلیمی اداروں اور جامعات میں کمپیوٹر لیب قائم کرنا اور تعلیم وتربیت کا نظم جاری کرنا

☆ Kindle طرز کا ایک ای بک ریڈر تیار کرنا تاکہ یکسوئی کے ساتھ مطالعہ اور تحقیق کا کام انجام دیا جاسکے۔

اخبار الجامعہ

۷ر نومبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد زکی صاحب مدظلہم بھوپالی مقیم مدینہ منورہ مع اپنے رفقاء کے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور عصر کی نماز جامعہ کی مسجد حامد میں ادا کی بعد از نمازِ عصر طلباء سے خطاب فرمایا بعد ازاں شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے اُن کی رہائشگاہ پر ملاقات فرمائی بعد مغرب واپس تشریف لے گئے۔

۱۰ر نومبر کو سالانہ تبلیغی اجتماع کے موقع پر قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور جامعہ کی مسجد حامد میں نمازِ جمعہ کی امامت کی، حضرت مولانا گل نصیب صاحب مدظلہم امیر جمعیۃ علماء اسلام خیبر پختونخواہ بھی ہمراہ تھے بعد ازاں دوپہر کا کھانا شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی رہائشگاہ پر تناول فرمایا مختصر قیام کے بعد تبلیغی اجتماع میں تشریف لے گئے۔

۱۱ر نومبر کو جمعیۃ علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری، سینٹ کے ڈپٹی سپیکر حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری مدظلہم اور سیکرٹری اطلاعات حضرت مولانا امجد خان صاحب بعد ظہر جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی رہائشگاہ پر اُن سے ملاقات فرمائی، عصر کی نماز کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

۱۲ر نومبر کو سالانہ تبلیغی اجتماع کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے نواسے حضرت مولانا مفتی سیّد محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہم مغرب کے وقت جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور نماز کے بعد اساتذہ اور طلباء سے مسجد حامد میں خطاب فرمایا بعد ازاں رات کا کھانا حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی رہائشگاہ پر تناول فرمایا۔

۲۴ر نومبر کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مولانا عبدالقوی صاحب صدیقی کی دعوت پر جامع مسجد حنفیہ اسلام پورہ تشریف لے گئے اور تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اور بیان فرمایا۔

وفیات

۱۳؍نومبر کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی طویل علالت کے بعد دیوبند میں انتقال فرماگئے آپ دارالعلوم دیوبند(وقف) کے صدر مدرس بھی تھے مرحوم بانی جامعہ بڑے حضرت کے بہنوئی اور راقم الحروف محمود میاں کے پھوپھا تھے۔

۲۰؍نومبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے سابق ناظم مولانا قاضی محمد یعقوب صاحب اعوان طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پاگئے مرحوم کی عمر تقریباً اسی برس ہوئی ۶۶۔۱۹۶۵ء سے جامعہ سے وابستہ رہے اور پوری دیانت داری وفاداری کے ساتھ تقریباً پچاس پچپن سال جامعہ میں انتھک خدمات انجام دیتے رہے، بانی جامعہ بڑے حضرت سے بیعت کا شرف بھی رکھتے تھے۔

۱۵؍نومبر کو بانی جامعہ حضرت اقدس کے داماد محمد جہانگیر صاحب قریشی اور ڈاکٹر محمد سلیم صاحب قریشی کی والدہ محترمہ طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔

۷؍نومبر کو مولانا حکیم امجد حسن خان صاحب طویل علالت کے بعد مانگا روڈ رائیونڈ میں وفات پاگئے۔

۳؍نومبر کو جناب حیات اللہ صاحب کاکاخیل کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد سخاکوٹ میں وفات پاگئیں۔

۴؍نومبر کو بھائی خالد صاحب کے والد بھائی فاروق صاحب اچانک دل کے دورہ کی وجہ سے لاہور میں وفات پاگئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرماکر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسب ِاستطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35399051 - 42 - 92+ 35399052 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0954-020-100-7915-0)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (0954-040-100-1046-1)MCB کریم پارک برانچ لاہور

انوار مدینہ کا اکاؤنٹ نمبر (0954-020-100-7914-2)MCB کریم پارک برانچ لاہور

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67